جلد 2 شمارہ 8 اکتوبر 2000ء رجب المرجب 1421ھ

قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝ (الرعد)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ بندگی کروں اللہ کی اور شریک نہ کروں اس کا۔ اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانہ ہے۔

ماہنامہ

آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

اغراض و مقاصد

- کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق خالص توحید' اتباع رسول ﷺ، کثرت ذکر' مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالےٰ کے قرب و عرفان اور اسکی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا۔
- حضور ﷺ کے اصحابہ کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت ہی مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ و نفرت' حسد و بغض' تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ' تسلیم و رضا' عالمگیر محبت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا۔
- فرقہ واریت' مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا' تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات' اہل و اعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا۔
- اللہ تعالی کی رضا' اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے انکے اخلاق کی اصلاح کرنا۔

عالمگیر محبت' اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کا علمبردار

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ماہنامہ فلاح آدمیت گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

نگران و سرپرست

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

جلد 2 شمارہ 8 اکتوبر 2000ء رجب المرجب 1421ھ

ایڈیٹر عبدالقیوم ہاشمی شعبہ سرکولیشن وحید احمد

قیمت ——— -/15 روپے سالانہ فنڈ ——— -/150 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی

کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ

Ph:0431-268424

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:

عبدالقیوم ہاشمی

تھانہ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

Ph:0431-260734

پبلشر عامر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-431-255519

E-mail: asbm@guj.pol.com.pk

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی و اصلاحی جماعت ہے جس کے مقاصد میں اولین کام یہ ہے کہ اس کے تمام ارکان اللہ کی محبت سے سرشار ہوں کیونکہ اللہ کی محبت کے بغیر خلوص کا پیدا ہونا ناممکن ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمام خوبیوں کا منبع اللہ کی محبت ہے۔ اس کام کی خاطر سلسلہ توحیدیہ میں اللہ کے ذکر کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جس کی بدولت اللہ کی محبت کا جو ہر قلب انسانی میں نشوونما پاتا ہے اور اصلاح نفس کا کام آسان سے آسان تر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا فاذکرونی اذکرکم (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا) ایک بزرگ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے جب اللہ تعالیٰ مجھے یاد فرماتے ہیں لوگوں نے پوچھا وہ کیسے انہوں نے فرمایا کہ جب میں اللہ کو یاد کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھے یاد فرماتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ

اذکروالله ذکرا کثیرا (اللہ کو بہت یاد کرو)

فاذا قضیتم الصلوۃ فاذکروالله قیاما وقعودا وعلی جنوبکم

"جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے یاد کیا کرو"

ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ رات و دن، خشکی و تری میں سفرو حضر میں، دولتمندی میں، تنگدستی میں، مرض و صحت میں، ظاہر میں، باطن میں غرض ہر ایک حال میں یاد کرو۔

اللہ رب العزت نے منافقوں کی نشانی ذکر الٰہی کی کمی ہی بیان فرمائی ہے۔

لا یذکرون الله الا قلیلا

"وہ اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا"

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ہمراہ ہوتا ہوں جب تک کہ وہ مجھے یاد کرتا رہتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے ذکر سے ہلتے رہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا

کہ جو شخص جنت میں چرنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کا ذکر بہت کیا کرے۔ آپ ؐ سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل سب سے زیادہ افضل ہے فرمایا کہ تیری زبان مرنے تک اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔

ان قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر بے حد اہم اور لازم ہے۔ یاد رہے کہ اللہ کا ذکر اسی وقت انسان کی روحانی ترقی کے لئے کارگر ہو سکتا ہے جب ساتھ میں اللہ کے شکر کا جذبہ بھی دل میں موجود ہو۔ اسلام میں ذکر و شکر کی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ ایمان مضبوط ہو اور اللہ کی ذات پر یقین بڑھتا چلا جائے۔ کیونکہ اہل یقین ہی بعد از قیامت معزز ہونگے اور دنیا کے مسائل بھی انہی کی جماعت کے ذریعے حل ہونگے۔ بقول علامہ اقبالؒ

یقین افراد کا سرمایہ تعمیر ملت ہے۔
یہی قوت ہے جو صورت گر تقدیر ملت ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنا ذکر اور شکر کرنیوالا بندہ بنائے اور اہل یقین کی صحبت نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

(والسلام عبدالقیوم ہاشمی)

درس قرآن

بیہودہ اور غیر مفید مشاغل سے گریز

ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل من سبیل اللہ بغیر علم و یتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب مھین واذ تتلی علیہ ایتنا ولی مستکبرا کان لم یسمعھا کان فی اذنیہ وقرا فبشرہ بعذاب الیم (سورہ لقمان 6'7)

ترجمہ! "انسانوں میں سے کئی ایسے ہیں جو دلفریب کلام خرید کر لاتے ہیں کہ لوگوں کو کسی علم کے بغیر اللہ کے راستہ سے ہٹا دیں اور آیات الٰہی کو ٹھٹھوں میں اڑا دیں۔ ایسے لوگوں کے لئے سخت عذاب ہے۔ ایسے لوگوں کو جب ہماری ۔ خدا۔ کی آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ بڑے غرور اور گھمنڈ کے ساتھ اپنا منہ دوسری طرف پھیر دیتے ہیں۔ گویا انہوں نے سنا ہی نہیں یا انہوں نے کانوں میں روئی ٹھونس رکھی ہے' ان کے کان بہرے ہیں۔ پس اے پیغمبر ﷺ ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔

تفسیر و تشریح

مندرجہ صدر آیات قرآن کریم کی سورہ لقمان کی ابتدائی آیات ہیں۔ اس سورہ کا نام لقمان علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا ہے۔ جنہوں نے اس سورت میں اپنے بیٹے کو شرک سے منع فرمایا۔ تکبر اور غرور سے روکا اور دوسری بہت سی نصیحتیں فرمائی ہیں۔ یہ سورہ حضور ﷺ کے مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔ ان آیات سے پہلے قرآن کریم کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اس میں حکمت اور دانائی سے بھرپور آیات ہیں جو دونوں جہانوں کے پالنے والے رب کی طرف سے اس کے بندوں کے لئے اپنے اندر ہدایت اور رہنمائی کا سامان رکھتی ہیں مگر ہدایت اور رہنمائی انہی لوگوں کو ملتی ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ احسان کرتے ہیں' باقاعدگی سے نماز پڑھتے ہیں' زکواۃ دیتے ہیں اور قیامت کے آنے کا یقین رکھتے ہیں۔ ان اوصاف کے مالک لوگ خدا کے نزدیک ہدایت یافتہ اور عذاب الٰہی سے نجات پانے والے لوگ ہیں اور دنیاوی و اخروی زندگی میں کامیاب اور بامراد لوگ ہیں۔

انسانوں کے دو گروہ

اس سورہ کی ابتدائی ان آیات میں ایک طرف خدا کی آیات و ہدایات سے فائدہ اٹھانے والے لوگوں کا ذکر اور ان کے رویے کا ذکر ہے تو دوسری طرف ان لوگوں کا گروہ ہے جو خدا کی ان آیات و ہدایات پر

مشتمل آیات کے مقابلے میں ایسے بیہودہ مشاغل اور مصروفیات اختیار کئے ہوئے ہیں جو خدا کے سچے راستہ سے خود بھی بھٹکے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کے ذریعہ دوسروں کو بھی بھٹکاتے اور گمراہ کرتے ہیں اور ان مشاغل اور دلچسپیوں میں اتنے آگے بڑھ جاتے ہیں کہ وہ خدا کی آیات و احکامات کا مذاق اڑاتے اور انہیں ہنسی مذاق کا نشانہ بناتے ہیں۔ وہ ان آیات کو سن کر نہایت تکبر اور غرور سے اور تحقیر سے منہ دوسری طرف پھیر لیتے ہیں گویا انہیں سننا پسند نہیں یا کانوں میں روئی ٹھونس رکھی ہے اور اپنے بہرے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب کی خوشخبری سنادی جائے۔

تعریف

لھو الحدیث ہر اس کام اور مشغلے کو کہا جاتا ہے جو انسان کو اس کے اصل مقصد سے ہٹادے ہر وہ شغل یا مصروفیت جو انسان کو خدا کی یاد' عبادت اور اس کے احکامات کی بجا آوری سے غافل کردے۔ اصطلاحی طور پر جس پس منظر میں یہ آیات اتری ہیں اس کی رو سے بری' فضول اور بیہودہ باتوں کے علاوہ گپ شپ' خرافات' ہنسی مذاق کی محفلیں' داستانیں' افسانے' ناول' ڈرامے' کہانیاں' فلمیں' گانے اور ناچنے کی مجلسیں' کھیل کود کے سلسلے وغیرہ جن کی دلچسپیوں میں ڈوب کر اور لذتوں میں کھو کر آدمی زندگی کے اصل مقصد' تعمیری امور' مذہبی تقاضوں اور دین کے اعلیٰ و ارفع مدارج سے دور ہوتا چلا جائے۔ اس آیت کا یہی مقصد ہے یعنی بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنی زندگی کے لئے ایسے مشاغل خریدتے ہیں جنہیں اپنا کر اور جن پر چل کر آدمی غیر شعوری طور پر گمراہ ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں وہ قرآنی اور دینی اقدار و روایات' احکامات و ہدایات کا مذاق اڑا کر اس قدر کور باطن اور عقل کا اندھا ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کی طرف بلانے والوں کی پکار اور قرآن کی دعوت سے منہ موڑ کر بہرہ بن جاتا ہے۔

شان نزول

ان آیات کی تفسیر و تشریح میں جو روایات تفاسیر میں بیان ہوئی ہیں وہ اسی مطلب کی تائید کرتی ہیں۔
ابن ہشام نے محمد ابن اسحاقؒ کی روایت نقل کی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی دعوت مکہ میں کفار مکہ کی تمام کوششوں کے باوجود پھیلتی چلی گئی تو نضر بن حارث نے مشرکین مکہ اور قریش کے اسلام دشمن سرداروں کو بلا کر کہا کہ جس طرح تم محمد ﷺ کا مقابلہ ان پر غلط الزامات لگا کر کرتے ہو اس سے تمہاری کامیابی ممکن نہیں ہے۔ تم انہیں کاہن' ساحر' شاعر' مجنوں اور جادوگر کے الزامات لگاتے ہو ان الزامات کو کوئی بھی نہیں مانتا۔ اس لئے کہ حضور ﷺ کی زندگی سے اس قسم کے الزامات ثابت نہیں ہوتے نہ ان

پر یہ الزامات چسپاں ہو سکتے ہیں جن کا شور مچا کر تم لوگوں کو ان کی دعوت سے روکتے ہو' اس کی بجائے میں تمہیں اس دعوت کے بے اثر ہونے کا علاج بتاتا ہوں اور یہ ایسا علاج ہو گا کہ کوئی بھی اس دعوت کی طرف توجہ نہ دے گا۔ اس دعوت کے مقابلے میں میرا طریق کار زیادہ پر کشش' جاذب نظر اور مبذول توجہ ہو گا' جس کی وجہ سے یہ دعوت خود بخود لوگوں کی عدم توجہ سے اپنی موت آپ مرجائے گی۔

چنانچہ نضر بن حارث مکہ سے عراق چلا گیا اور وہاں سے عجمی بادشاہوں کے لذت آمیز قصے' رستم و اسفندیار کی کہانیاں لا کر قصہ گوئی کی محفلیں برپا کر دیں تاکہ لوگوں کی توجہ اس طرف موڑ کر قرآنی آیات اور حضور ﷺ کی دعوت کو بے اثر اور عدم توجہ کا شکار بنا دے۔ اس کی یہ ابتدائی کوشش گویا اسلامی معاشرے کے خلاف تھیٹر' سینما' ٹی وی ڈراموں' وی سی آر اور ویڈیو فلموں کی ابتدائی صورت گری تھی جو اس وقت بھی کامیاب رہی اور آج بھی اپنے پورے عروج کے بعد اسلام' دینی احکامات' مذہبی معاملات اور دین محمدی ﷺ کے نفاذ و رواج کے خلاف نہ صرف کامیاب ہے بلکہ ہماری تہذیبی' معاشرتی' سماجی اور اسلامی اقدار و روایات کے لئے بھی زہر قاتل بنی ہوئی ہے۔

نضر بن حارث لوگوں سے کہتا پھرتا کہ حضرت محمد ﷺ تمہیں عاد و ثمود کے قصے سناتے ہیں میں تمہیں عجمی بادشاہوں اور رستم و اسفندیار کی کہانیاں سناتا ہوں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ نے اس روایت میں اتنا اضافہ اور فرمایا ہے کہ نضر نے اس مقصد کے لئے گانے والی لونڈیاں بھی خریدی تھیں جو شخص بھی اسلامی دعوت سے متاثر ہوتا نظر آتا تو وہ اس پر گانے والی لڑکیوں کو مسلط کر دیتا جو اپنی دلفریب اداؤں' جادو بھری آوازوں اور حسن و خوبصورتی کی دلکش سجاوٹوں کے ذریعے اسے اسلام کے راستہ سے ہٹانے کی ہر ممکن کوششیں کرتی تھیں۔

روایات سے تصدیق

لھو الحدیث کی اس تفسیر کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے روایت فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ سے دریافت کیا گیا کہ لھو الحدیث کا مطلب کیا ہے؟ تو آپ نے تین دفعہ زور دے کر فرمایا۔ واللہ ھوالغنا۔ خدا کی قسم اس سے مراد گانا ہے۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام ؓ کی اکثریت نے حضور ﷺ کی اس حدیث کو بھی نقل فرمایا ہے۔ لا یحل بیع المغنیات ولا شراء ھن ولا تجارۃ فیھن ولا ثمانھن یعنی گانے والی عورتوں کا بیچنا' خریدنا' ان کی تجارت کرنا اور ان کے فن کی قیمت وصول کرنا حلال نہیں ہے۔ ایک دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے۔ لا یحل لعلم المغنیات گانے

بجانے کی تعلیم دینا' اسے ذریعہ تجارت بنانا یا ذریعہ معاش بنانا حرام ہے۔

اسلام کے چاروں مذاہب کے امام اس کی حرمت کے قائل اور متفق ہیں۔ البتہ ایک حدیث بطور واقعہ اس سلسلہ میں یہ ملتی ہے کہ حضور ﷺ گھر میں سر پر چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ گھر کی عورتوں اور بچیوں کا دف بجا کر گانا سنایا کم از کم انہیں گاتے ہوئے منع نہ فرمایا۔ اسی موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے دریافت کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہر قوم کی خوشی کا دن ہوتا ہے آج ان کی خوشی کا دن ہے۔ مگر جب اسی قسم کے موقعہ پر حضرت عمرؓ تشریف لائے تو دف بجانے اور گانے والیاں دف چھپا کر ادھر ادھر ہو گئیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ حضرت عمرؓ سے شیطان بھی ڈرتا ہے۔ اس روایت میں گھریلو عورتوں اور بچیوں کا گھر کے اندر گانا اور خوشی کا اظہار کرنا اس ذیل میں نہیں آتا اور دوسرا حضور ﷺ کا یہ فقرہ کہ شیطان بھی ڈرتا ہے' خود اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ یہ گانا اگرچہ بے ضرر ہے مگر کام بہرحال شیطانی ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی روایات ایسی ہیں جن میں گانے کی حرمت اور اس سے منع کرنے کی تنبیہ موجود ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص گانے والی لونڈیوں میں بیٹھ کر گانا سنے گا قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

کفر کا انتقام

حضور ﷺ کے زمانہ میں گانے بجانے کی ثقافت تمامتر لونڈیوں کے ذریعہ ہوتی تھی۔ آزاد عورتیں اس زمانہ میں گلوکارائیں' فنکار اور آرٹسٹ یا صداکار نہ کہلاتی تھیں اور نہ ایسا ہوتا تھا اسی لئے حضور ﷺ نے "مغنیات" لونڈیوں کے بیع و شرا کا ذکر فرمایا ہے اور ان کے معاوضہ کو قیمت تعبیر فرمایا ہے۔ زیر موضوع آیت میں جو یہ فرمایا ہے کہ من الناس من یشتری لھوالحدیث لیضل عن سبیل اللہ یعنی جو شخص بھی اللہ کے کلام قرآن کریم کی ہدایات و حکمت سے بھری ہوئی آیات کو چھوڑ کر بیہودہ مشاغل' کھیل کود' قصے کہانیاں' ناول' افسانے' ڈرامے اور گانے بجانے والی لونڈیوں کے گانوں' کیسٹ خرید کر لوگوں کو اور خود کو گمراہی میں مبتلا کرتا ہے اور قرآنی آیات کی تحقیر اور مذاق کرتا ہے' اس کے لئے سخت عذاب ہے۔ ایسے افراد اور ادارے نضر بن حارث کا کردار ادا کرتے ہیں جو خدا کے دین کے مقابلے میں براہ راست لڑائی کا نقشہ جماتے ہیں کہ ادھر مسجدوں میں اذانوں کے ذریعہ خدا کے لئے بلاوے' فلاح اور نماز کی طرف پکارا جاتا ہے۔ قرآن کے احکامات سنائے جاتے ہوں' دینی مجالس و مواعظ کا اہتمام ہو تو

دوسری طرف وہ اشخاص اور ادارے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ خوش اندام اور خوش آواز گلو کاروں کے مجرے کا پروگرام بنائیں۔ کھیل کے میچ دکھائیں' ڈراموں کی سریز چل رہی ہوں' ثقافتی میلے اور کلچر شو دکھائے جارہے ہوں۔ تفریحی پروگرام ہوں کہ لوگ ان کے نشے اور مزے میں اس موڈ میں ہوں کہ خدا اور آخرت کی باتیں سن سکیں تو ایسے تمام نجی' انفرادی' سرکاری' قومی اور قبائلی پروگرام یضل عن سبیل اللہ اللہ کے راستے سے گمراہ کرنے کی ذیل میں آتے ہیں۔ خدا کے راستے سے بھٹکانے کی کوششیں اور ان کے دین سے منحرف کرنے اور عملی مذاق کی کھلم کھلا صورتیں ہیں۔ اردو کے ایک شاعر کے بقول

خراب رہتے تھے مسجد کے آگے میخانے
نگاہ مست نے ساقی کی انتقام لیا

یعنی لوگوں کی دینداری' مذہبی ذوق و شوق اور خدا کے دین کے ساتھ عقیدت اور محبت کے نتیجہ میں مسجدیں آباد اور شراب خانے ویران تھے۔ شراب خانوں کے مالکوں نے اس صورت حال سے نبٹنے کے لئے نضر بن حارث کی طرح خوبصورت اور مست آنکھوں والے دلکش چھوکرے بطور ساقی بھرتی کر لئے' جس کے نتیجے میں مسجدیں ویران ہو گئیں اور اب "مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے"۔ اس طرح شراب خانوں کے خوبصورت ساقیوں نے مسجدوں سے اپنی ویرانیوں کا انتقام لے لیا۔ چنانچہ دین سے برگشتگی' سرتابی' عدم توجہ اور غفلت کے لئے یہ سلسلے تفریحی اداروں' کمرشل کمپنیوں' مصنوعات فروشوں نے اپنا کر ملک کی دینی فضاؤں اور دینی کوششوں کے لئے دائرہ کار تنگ سے تنگ کر دیا۔

ہمارے حالات

آج اپنے اردگرد دیکھئے تو خدا کا دین لوگوں کی اسی بے توجہی کا شکار ہے۔ ساری دنیا ان پروگراموں اور کھیلوں کے ساتھ دلچسپی میں سرشار اور بدمست ہے' مگر ہم پاکستان کے لوگ جو لا الہ الا اللہ کا نعرہ لے کر اٹھے تھے اور خدا کے دین اور شریعت کے نفاذ کے وعدوں کے ساتھ الگ ملک کے حصوں میں کامیاب ہوئے تھے۔ اس ملک کے چھوٹے سے چھوٹے سے لے کر یونیورسٹیوں کے طلبہ تک' عام مزدور سے لے کر حکومت کے سربراہوں تک' تعلیمی اداروں کے طلبہ و طالبات تک پوری قوم اس بیہودگی' لہو و لعب اور لھو الحدیث کی خباثتوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔ کوئی گلی' کوئی سڑک' کوئی میدان ایسا نہیں جہاں کرکٹ نہ کھیلی جاتی ہو' جو کسی میدان میں نہیں ہوتے وہ ساری دنیا کے کام کاج چھوڑ کر ٹیلیویژن کے سامنے بیٹھ

جاتے ہیں۔ کاروباری لوگ، سرکاری ملازم، دفتری و عدالتی عملہ، بازاروں، بسوں میں، دفتروں میں غرض زندگی کے ہر شعبے اور ہر دائرے میں ٹیلیویژن دیکھتے اور کمنٹری سنتے ہیں۔ چوکے اور چھکے دنیا کے کسی میدان میں لگتے ہیں قوم کے تمام چھوٹے بڑے یہاں اچھلتے اور تالیاں بجاتے ہیں۔

۲۔ قرآنی آیات سے سرتابی تو چھوڑیئے۔ عبادات و احکامات کی بجاآوری کا کیا ذکر ہمارے بچوں اور نوجوان طالبعموں کی اکثریت اپنی نصابی کتب کے مضامین سے اتنی واقف نہیں ہوتی جتنی اس کھیل کے کھلاڑیوں کی پوری کھیل ہسٹری سے واقف ہوتی ہے۔ زندگی کے سنجیدہ مسائل اور بامقصد امور کی طرف توجہ کا کسی کو ہوش ہی نہیں اور نہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم تباہی و بربادی کے کس راستہ پر چل پڑے ہیں۔ اسلام کے دور اول میں اور بعد تک مسلمان اس کھوج میں رہتے تھے کہ حضور ﷺ کی زندگی کے معمولات کیا تھے۔ وہ چلتے کیسے، اٹھتے اور بیٹھتے کیسے، کھاتے اور پیتے کیا تھے۔ زندگی کے فلاں معاملے میں ان کا معمول کیا تھا، کس معاملے میں ان ؑ کی ہدایت کیا تھی اور اب یہ حال ہے کہ ہمارے آئیڈل اور معیار بدل گئے۔ ہمارے ہیرو اور محبوب فلمی فنکار، کھلاڑی، گلوکار اور صداکار بن گئے۔ وہ چائے کونسی پیتے ہیں، صابن کونسا استعمال کرتے ہیں، کپڑے کیسے اور کونسے پہنتے ہیں، تیل کونسا استعمال ہوتا ہے، کریم کونسی استعمال ہوتی ہے۔ انہی کی تقلید ہو رہی ہے اور انہی کی پیروی اختیار کی جارہی ہے اور اسی پر فخر ہوتا ہے انہی پر ناز ہوتا ہے۔

کرکٹ کا کھیل

حالانکہ اس وقت دنیا کی جتنی بھی ترقی یافتہ قومیں اور ملک ہیں۔ جرمنی، امریکہ، روس، فرانس، جاپان، چین ان میں یہ بیہودہ کھیل اور تضیع اوقات کا یہ مشغلہ موجود نہیں ہے، لیکن جتنے غریب اور ترقی پذیر ملک ہیں وہ اس عیاشی، بیکاری و بے ثمری کے کھیل میں مصروف ہیں۔ چند کھلاڑی کھیلنے جاتے ہیں تو پوری قوم تماشائی بن جاتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں ان دنوں حاضری کم ہو جاتی ہے اور تعلیمی توجہ ختم ہو جاتی ہے۔ دین اور عاقبت تو برباد ہو ہی گئی ہے اب دنیا بھی برباد ہو رہی ہے۔

فحاشی کے سامان

لھو الحدیث کے یہ مشاغل اس وقت کفار مکہ نے اسلام کے خلاف استعمال کئے اور رواج دیتے تھے، آج خود مسلمان اسلام کے خلاف اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اس کھیل میں بغیر علم کا تعلق اس معنی میں بھی ہے کہ ہم اپنی دولت ان فضولیات اور عیاشیوں میں لٹا کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زندگی کا مقصد پالیا ہے۔ ٹیلی

ویژن بلیک اینڈ وائٹ تھا تو رنگین لے آئے۔ اس کے پروگراموں پر تسکین اور قرار نہ آیا تو ہمہ وقت مصروفیت کے لئے بیہودہ فحش فلمیں اور گانوں پر مشتمل کھیل لے آئے۔ وقت بچ رہا تو ویڈیو گیمز خرید لائے۔ ٹیپ ریکارڈ اور طرح طرح کے کیسٹ خرید لئے۔ رنگین ناول' تصویری کتب اور رسائل لے آئے۔ برہنہ اور عریاں تصویروں کے البم' فحش اور بے حیائی پر مبنی جنسی کتب' کیمرے یہ سب فضولیات خریدی جاتی ہیں اور ان پر دولت کا بے انتہا صرفہ ہوتا ہے۔ انہی چیزوں کو اپنی برتری' فخر اور عزت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے' لیکن یہ ان کی بھول ہے' بے وقوفی اور جہالت ہے۔ دنیا کی کامیابی ان باتوں پر نہیں خدا اور رسول ﷺ کی خوشنودی اور ان کے احکامات کی بجاآوری میں ہے۔ بغیر علم کے معنی یہ بھی ہیں کہ ایسی قوم' ملک اور اس کے سرمایہ دار لوگ ان سرگرمیوں میں شریک ہو کر دوسروں کی رہنمائی اور قیادت کا دم بھرتے ہیں حالانکہ ان کو علم نہیں کہ یہ فحاشی' گمراہی اور تباہی کا راستہ ہے۔ چند سال قبل شارجہ میں کھیلے جانے والے میچ کے دوران اس وقت کے وفاقی وزیر ایک انتہائی حسین اور نیم برہنہ عورت کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ وزیر صاحب اکثر گانے والیوں کے جھرمٹ میں فوٹو کھنچوانے کا بہت شوق رکھتے تھے اور قوم کی لیڈری چمکاتے رہتے تھے۔ ان کی زبان اسمبلی میں بھی' سنجیدہ علمی محفلوں میں بھی انتہائی بازاری ہوتی تھی جس سے علم و شرافت کی بجائے جہالت اور رذالت ٹپکتی رہتی ہے۔

فضولیات کے اخلاقی اثرات

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لھو الحدیث کے ان دلدادہ لوگوں کو ہمارے احکامات اور ہدایات پر مشتمل حقیقی علم' حکمت اور دانائی سے بھرپور آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ بڑے گھمنڈ اور غرور کے ساتھ اس طرح سرتابی اور منہ موڑی کا مظاہرہ کرتے ہیں گویا انہوں نے سنا ہی نہیں یا ان کے کان بہرے ہیں۔ نیکی کی محفلوں میں' مقدس اور مبارک راتوں میں' وعظ و نصیحت کی مجالس میں' قرآن و حدیث کی تدریس میں' قرآن کریم کی تلاوت' رمضان شریف میں قرآن سننے اور پڑھنے میں ان کا دل نہیں لگتا' اس طرف سے منہ موڑے ہوئے اور کان بہرے کئے ہوتے ہیں' لیکن گانے کی محفلوں میں پوری رات آنکھوں میں بیت جاتی ہے۔ قمار بازی' رقص گاہوں' کلبوں میں دن اور راتیں صرف ہو جاتی ہیں۔ جنت نگاہ نظاروں اور فردوس گوش آوازوں کے ان دلدادگان کو قرآن کریم اور خدا تعالیٰ میں کوئی کشش' کوئی جذب اور کوئی دلبستگی کا سامان نظر نہیں آتا۔ اس سب کچھ کا اثر ہماری اخلاقی' سماجی' تہذیبی اور معاشرتی و عائلی زندگی پر جو پڑتا ہے اس سے آنکھیں بند اور کان بہرے کر رکھے ہوتے ہیں۔ ایسے معاشرے میں عشق پروان چڑھتے ہیں' محبت

کے سلسلے پھیلتے اور تعلقات کے دائرے رسوائی' بے عزتی اور بے غیرتی کی سرحدوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ایک ہی فلم میں جو لڑکی بیٹی کا کردار ادا کرتی ہے دوسری میں وہ بیوی بن کر آتی ہے' ایک کہانی میں جو ماں کا روپ دھارتی ہے دوسری میں وہ محبوبہ ہوتی ہے۔ ان مناظر نے بھائی بہن' ماں' بیوی کے رشتوں کا تقدس پامال ہی نہیں ہوتا بلکہ رشتوں کا احترام اور ان کی حدود بھی قائم نہیں رہیں۔ زبانوں پر فلمی مکالمے اور ہونٹوں پر گیت اور نغمے ہوتے ہیں۔ سٹیج کے کردار گھروں میں ادا کئے جاتے ہیں' کہانیوں کے پلاٹ چار دیواریوں' کلبوں' پارکوں اور بازاروں میں عملی طور پر تکمیل پاتے ہیں اور اللہ کا یہ فرمان درست ثابت ہوتا ہے کہ ومن الناس من یشتری لھوالحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم -- جاہل اور بے علم لوگ فضولیات اور لغویات خرید کر خود اپنی اور لوگوں کی گمراہی کا سامان پیدا کرتے ہیں بغیر اس علم کے کہ اس سے ان کے ہاں خود تباہی و بربادی کے کتنے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ وہ خدا کی آیات و احکامات سے منہ نہیں موڑتے اور کان بہرے نہیں کرتے بلکہ خود اپنی تباہی و بربادی' اپنی رسوائی اور ذلت' اپنی بے غیرتی و بے حیائی سے چشم پوشی اور بہرے پن کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

گھروں کی تباہی

لھو الحدیث کے اثرات ہمارے گھروں میں ایسے گھس آئے ہیں کہ ہماری بچیاں اور بچے گانوں کی سریں' ڈانس کے زوایے اور بناوٹ و سجاوٹ کے تمام طریقے سیکھ سیکھ کر کہاں سے کہاں جا پہنچے ہیں۔ ریڈیو یا ٹی وی کا بٹن آن ہوتے ہی چھوٹے چھوٹے بچوں میں تھرکنے اور ناچنے کی لہر دوڑ پڑتی ہے۔ ٹی وی کے فنکاروں اور اداکاروں کی شکل دیکھ کر ان کا نام پکارتے ہیں مگر نہیں آتے تو اپنے دینی اسلامی ارکان' اسلامی مجاہدین' صحابہ کرامؓ اور دینی بزرگوں کے نام اور حالات۔ گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچیں کہ ہم عبادات کی ادائیگی کو کتنا وقت دیتے ہیں' دینی معاملات میں کتنا خرچ کرتے ہیں اور گھروں میں بچوں کے سامنے دین کی باتوں کا کتنا تذکرہ ہوتا ہے۔

قابل غور بات

مجھے یقین ہے جب بھی اور جتنا بھی اس سلسلے میں سوچا جائے گا' اس پہلو پر غور کیا جائے گا تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ہم میں سے ہر شخص' ہر گھرانہ' ہر ادارہ نضر بن حارث کا کردار ادا کر رہا ہے جو خود بھی' اپنے گھرانے کو بھی اور اپنی نسلوں اور قوم کو بھی گمراہ کرنے میں مصروف ہے۔ ہمارے دیہاتی بازاروں میں بھی وی سی آر کی تجارت اور دکانداری ہوتی ہے۔ لوگ شادی کے موقعوں پر غریب زمیندار تک یہ لعنت

گھروں میں لاتے ہیں اور دیہاتی معصوم ذہنوں میں گمراہی کے جراثیم چھوڑتے ہیں۔ ایسے بے شمار افراد ہماری بستیوں میں موجود ہیں جو پورا سال مسجد کا منہ نہیں دیکھتے' اس کے حقوق ادا نہیں کرتے' اس کے لوازمات اور ضروریات کی فکر نہیں کرتے مگر جب بھی دو چار پیسے ہاتھ آتے ہیں دوڑ کر وی سی آر لے آتے ہیں' بجلی نہیں تو جنریٹر لے آتے ہیں۔ کانوں اور آنکھوں کی لذت میں پیٹ کی فکر بھی نہیں ہوتی۔ علامہ اقبالؒ نے قوموں کے عروج و زوال کے اسباب کو چند لفظوں پر مشتمل صرف دو مصرعوں میں بیان فرمایا ہے کہ جب کسی قوم کا مقدر عروج ہوتا ہے تو اس کے ہاتھوں میں شمشیر و سناں ہوتے ہیں۔ وہ مجاہدانہ کردار سے دنیا پر چھا جاتی ہے' عروج حاصل کرتی ہے اور ترقی کی منازل طے کرتی ہے' مگر جب یہی قوم گانے بجانے کے اوزار ہاتھ میں لے لیتی ہے' گانے بجانے میں لگ جاتی ہے تو یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اب یہ قوم تنزل و تباہی سے دوچار ہوگی۔

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے

شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

آج ہر طرف سے مسلمانوں پر ذلت و خواری' نکبت و نحوست' غلامی' زیردستی کا جو عالم ہے وہ انہی عیاشیوں اور لھو الحدیث کی انہی فراوانیوں کا نتیجہ ہے۔ وہی عرب کے بدو' اونٹ چرانے والے جب اسلام کی دولت سے مالا مال تھے' ان کے ہاتھوں میں تلواریں اور نیزے تھے' دل ایمان کے نور سے معمور اور سینے قرآن کی آیات سے منور تھے تو ساری دنیا پر چھا گئے۔ انہوں نے دنیا کو آئین جہانداری و جہانبانی سکھائے' تہذیب و تمدن کے انداز بتائے' انکشافات و ایجادات کے انبار لگائے' علوم و فنون کے دریا بہائے اور آج عرب کے وہی شیوخ اپنی حکومت کے حصول اور بچاؤ کے لئے امریکہ' فرانس' برطانیہ' اٹلی اور دوسرے لادین ممالک پر اربوں روپیہ خرچ کرکے اپنے ہاں بلاتے ہیں کہ خدارا ہمیں بچائیے۔ ہماری امداد فرمائیے اور وہ بھی ایک دوسرے اسلامی ملک عراق کی تباہی و بربادی کے لئے۔ "تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو" کہتے ہیں روم جل رہا تھا تو نیرو بانسری بجانے میں مصروف تھا۔ اسلام کے دشمنوں نے ہمارے ہاتھوں سے نیزے اور تلواریں چھین کر بانسریاں دے دی ہیں کہ بجاؤ اور عیش کرو۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار۔**

درس حدیث

عن مصعب ابن سعد عن ابیہ الاعمش لا اعلمہ الا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التودۃ فی کل شیی خیرالا فی عمل الاخرۃ

ترجمہ! "حضرت معصب ؓ بن سعد ؓ اپنے والد حضرت اعمش ؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا عمل آخرت کے سوا ہر کام میں ٹھہرنا اچھا ہے۔" (مشکوۃ شریف،کتاب ال آداب۔باب الحذر راہ۔الفصل الثانی)

اسلام نے اس بات پر خاص طور پر زور دیا ہے کہ دنیا کی زندگی کے بعد انسان کو ایک اور زندگی ملے گی جسے آخرت کی زندگی کہتے ہیں۔ اس لئے انسان کو دنیا میں ایسا کوئی کام نہ کرنا چاہئے جس سے آخرت کی زندگی خراب ہو اور ایسے کام قرآن حکیم میں صاف طور پر بتا دیئے گئے ہیں۔ جن کا اثر آخرت کی زندگی پر برا پڑتا ہے اور وہ کام بھی اچھی طرح کھول کر سمجھا دیئے ہیں جن کے کرنے سے آخرت کی زندگی سنورتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سب کاموں کے کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا ہے جو قرآن کی رو سے آخرت کی زندگی کے لئے مفید ہیں۔ ہادی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بذات خود عملاً" ان کاموں سے بچ کر بھی دکھا دیا اور زبانی نصیحتیں بھی ان سے بچنے کی خوب کر دیں۔ جن سے آخرت کی زندگی خراب ہوتی ہے اور وہ اصول بھی اچھی طرح سمجھا دیئے ہیں جن پر چل کر دنیا و آخرت دونوں درست ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک گر اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ ہر کام کو ٹھہر کر اور سوچ سمجھ کر کیا کرو۔ جلد بازی سے کام خراب ہو جاتا ہے اور جلد باز آدمی کو بعد میں پچھتانا پڑتا ہے اسی لئے ہر کام میں مشورہ ضروری ہوتا ہے۔ ٹھہرنے سے یہ فائدہ ہے کہ خود سوچنے سے یا جاننے والوں کے مشورہ سے اس کام کا انجام سامنے آجاتا ہے لیکن ان کاموں کو جنہیں قرآن و حدیث میں نیک قرار دیا گیا ہے انکا انجام معلوم کرنے کے لئے نہ سوچنے کی ضرورت ہے نہ کسی اور کے مشورے کی حاجت ہے۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد کسی سوچ بچار کی حاجت نہیں رہتی انہیں جلدی کر ڈالو اور اس بات کو غنیمت جانو کہ ان کے کرنے کا موقعہ تمہیں حاصل ہے جن کاموں کو قرآن حکیم نے نیک قرار دیا ہے ان کے کرنے میں دیر کی اور سوچنے کی ضرورت نہیں اور جن کاموں کو برا کہا ہے ان کو چھوڑنے میں بھی ٹھہرنے اور سوچنے کی حاجت نہیں کیونکہ ان کی بابت صاف فیصلہ موجود ہے کہ یہ کرو یہ نہ کرو۔

صدائے فقیر

دین محبت

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

علامہ اقبالؒ نے قرآن حکیم کے حیات افروز پیام اور حضور خیرالانام ﷺ کے اسوہ حسنہ کے ذریعے امت مسلمہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ علامہ کے سیاسی خواب کی تعبیر پاکستان کی صورت میں حضرت قائداعظمؒ کے ہاتھوں سے پوری ہوئی۔ لیکن اصل کام اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے جس کی خاطر یہ خطہ زمین حاصل کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نظام قضا و قدر کے تحت قرآن کریم کے نزول کی رات لیلۃ القدر کی بابرکت گھڑیوں اور ملک پاکستان کے ظہور میں آنے کی ساعات کو یکجا کر دیا گیا۔ یہ ایک واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کے لئے ارض قرآن بننا مقدر فرما دیا ہے یہ سعادت اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل سے عطا ہوئی ورنہ ہمارے سیاسی راہنماؤں اور خاص طور پر انگریز آقاؤں کو اس خصوصی اہمیت کی حامل شب سے کیا غرض ہو گی۔ اس مملکت خداداد میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ آئین کے نفاذ کے لئے علماء کرام اور مشائخ عظام رحمہم اللہ اجمعین مسلسل جدوجہد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس صدی کے عظیم صوفی اور محقق بزرگ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اسی غرض سے سلسلہ توحیدیہ قائم فرمایا۔ تصوف کے اس نئے سلسلے کی تعلیم قرآن و سنت کے عین مطابق، موجودہ دور کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ اور حکیم الامت کے نظریات کی عملی تفسیر ہے۔ اس سلسلے میں طریق خانقاہی کی بجائے فقر و شاہی کی تعلیم دی جاتی ہے رہبانیت اور مسکینی و دلگیری کی بجائے قوت و شوکت اور جہانگیری و جہانبانی کا پیام ہے۔ ترک دنیا اور نفی ذات کی بجائے تسخیر کائنات اور استحکام ذات کی ترغیب ہے۔ اس میں فقیرانہ وضع و قطع اختیار کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے بلکہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب پر زور دیا جاتا ہے۔ دنیا کی ہوا و ہوس کی اسیری سے نجات دلا کر تسلیم و رضا اور فقر و استغناء والی امیری سے تعلق جوڑا جاتا ہے۔ ملک و قوم، رنگ و نسل اور فرقہ و مسلک کی بنیادوں پر تعمیر کی گئی نفرت کی دیواروں کو منہدم کر کے

عالمگیر محبت اور انسانیت کی خدمت کو سلسلہ توحیدیہ کا شعار بنا دیا گیا ہے۔ یہاں حکایات و روایات اور فسانہ ہائے کرامت میں کھو جانے کی بجائے حقائق حیات پر نظر رکھنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہاں مستی احوال و گفتار والے خفتہ تصوف کی جگہ حضور رحمت اللعالمین ﷺ کے اتباع اور پختگی کردار والا بیدار تصوف سکھایا جاتا ہے۔ سلسلہ توحیدیہ میں یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خیر خواہی' اصلاح و فلاح اور محبت و خدمت کے منشور پر عمل کئے بغیر اللہ کا قرب حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ بانی سلسلہ نے "طریقت توحیدیہ" میں محبت کی اہمیت واضح کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

"اخلاق حسنہ پیدا کرنے کے لئے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ تمام مخلوق خدا کے ساتھ ایک عالمگیر محبت کا جذبہ پیدا کرو اور اپنے دل و دماغ اور روح کو محبت کے رنگ میں رنگ لو۔ اگر تم ولی اللہ بننا چاہتے ہو اور اگر تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ محبت کرے تو ضروری ہے کہ تم اس کی مخلوق سے محبت کرو۔ مجنوں تو لیلیٰ کے کتے سے بھی محبت کرتا تھا۔ تم کیسے محب ہو کہ اپنے محبوب کی مخلوق سے بھی محبت نہیں کرتے"۔

اللہ تعالیٰ کا دین بنی نوع انسان کے لئے محبت و اخوت' امن و امان اور دنیا و آخرت میں کامرانی کا ضامن ایک مکمل نظام حیات ہے۔ اسلام مغرب کے فلسفہ قومیت کی طرح انسانوں کو وطن پرستش سکھا کر باہم جنگ و جدال میں مبتلا کرنے کی بجائے وحدت الوہیت' وحدت آدمیت اور تکریم انسانیت کا علمبردار ہے اور پوری نسل انسانی کو اللہ کا کنبہ قرار دیتا ہے۔ اللہ کے نزدیک انسانی جان کی حرمت اتنی عظیم ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے ایک انسان کو قتل کر دیا وہ اللہ کے ہاں ایسا مجرم ہے جس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا ہو اور جس نے ایک انسانی جان کو بچا لیا وہ ایسا محترم ہے جیسے کہ اس نے پوری انسانیت کو بچا لیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے حجتہ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا۔

"تمہارا خون' تمہارا مال اور تمہاری آبرو تا قیامت اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن' اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔ اور ہاں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ تم کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بازپرس کرے گا۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی اور تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں"۔

حضور محسن انسانیت ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے بھی

زیادہ پیار کرتے ہیں۔ اس بے پایاں محبت کو مدنظر رکھتے ہوئے غور فرمایئے کہ کیا اللہ تعالیٰ ایسا دین نازل کریں گے جس میں اس کی پیاری مخلوق کا خون بہانے کی تعلیم دی گئی ہو۔ انبیاء کو بھیجنے کا تو مقصود ہی یہ تھا کہ انسانوں کی اصلاح کر کے انہیں اللہ کی بندگی کی راہ پر لگایا جائے تا کہ وہ ظلم' فساد' لوٹ مار اور خوں ریزی سے باز آ جائیں اور اللہ کی مخلوق کی خدمت کی راہ پر گامزن ہو کر اس کا قرب حاصل کریں۔ انبیاء علیہ السلام تو انسانیت کے لئے رحمت بن کر آتے ہیں وہ خود سراپا محبت ہوتے ہیں اور انسانوں کو اللہ کی عبادت اور اس کی مخلوق کی خدمت کی راہ پر لگانے کا عظیم فریضہ ادا کرتے ہیں۔ اصلاح کرنے والوں کے کام کی مثال ڈاکٹر کے کام کی مانند ہے۔ کسی مریض کی حالت کتنی ہی خراب کیوں نہ ہو' وہ اپنی لاپرواہی سے بیمار ہوا ہو یا ڈاکہ ڈالتے ہوئے زخمی ہو گیا ہو' ایک اچھا ڈاکٹر اپنی سر توڑ کوشش کرتا ہے کہ اس کی جان کسی طرح سے بچ جائے۔ اسی طرح اللہ والے بھی آخر دم تک گنہگار انسانوں کو اللہ کی رحمت کی طرف بلانے میں لگے رہتے ہیں اور ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں دکھ اٹھاتے اور ان کی گالیاں کھاتے ہیں لیکن ان کی بھلائی اور خیر خواہی کے کام میں لگے رہتے ہیں۔

ایک طرف تو اسلام کی یہ محبت بھری تعلیم ہے اور دوسری طرف ہم مسلمانوں کا کردار ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے اخلاقی تنزل کا یہ عالم ہے کہ معمولی معمولی جھگڑوں اور فروعی قسم کے مسلکی اختلافات پر اپنے ہی کلمہ گو مسلمان بھائیوں کا خون بہانا ہمارا روزانہ کا معمول بن چکا ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جب اخبارات میں ایک دو قتل کی وارداتیں نہ چھپتی ہوں اس باہم خونریزی کی وجہ سے خود بھی بدنام ہو رہے ہیں اور اللہ کے سچے دین کی بھی رسوائی کرا رہے ہیں۔ مسلمان جسے اپنے آقا حضور رحمت اللعالمین ﷺ کے اتباع میں رحمت و رافت' محبت و مودت اور صداقت و امانت کا مظہر اور قرآن کی تعلیم کا مجسم نمونہ ہونا چاہیئے اس کا حال یہ ہو گیا ہے کہ یورپ اور امریکہ کے جتنے بھی پڑھے لکھے اور سکالر قسم کے حضرات اسلام میں داخل ہوئے ہیں ان کی اکثریت کا یہ کہنا ہے کہ ہم مسلمانوں سے متاثر ہو کر مسلمان نہیں ہوئے بلکہ ذاتی مطالعہ کے نتیجہ میں قرآن کی صداقت اور حضور ﷺ کی عظمت کو پہنچان کر ایمان لائے ہیں۔ ان میں سے بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اسلام بہترین دین اور مسلمان بدترین قوم ہیں۔ اگر مسلمان اور اسلام ایک ہو جائیں تو پوری دنیا میں انقلاب برپا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ اس کائنات کا مالک ہے۔ زمین اور آسمان کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں وہ جس قوم کو مناسب سمجھتا ہے دنیا کا اقتدار عطا کر دیتا ہے اور جب وہ اس کی اہل نہیں رہتی تو اسے معزول کر کے کسی دوسری قوم کو آگے بڑھا دیا جاتا ہے۔ آئندہ بھی اقوام عالم کی قیادت کسی ایسی قوم کو سونپی جائے گی جس کے پاس اللہ کی مخلوق کی خدمت کا مشن اور مناسب اہلیت ہوگی۔ اگر صرف دنیوی فلاح کا کوئی جزوی سا پروگرام ہوگا تو اس کا اقتدار بھی تھوڑے ہی عرصے کے لئے ہوگا۔ اگر کوئی قوم بنی نوع انسان کی دنیا و آخرت کی بھلائی کا منشور لے کر اٹھے اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلا کر کرہ ارض پر اللہ کی حاکمیت کے نفاذ کے لئے سرگرم عمل ہو جائے، ظلم و ستم، جبر و استحصال اور وطن پرستی کی مکروہ اور خونریز سیاست کو ختم کر کے اکرام انسانیت اور وحدت آدمیت کا نیا عالمی نظام رائج کرنے کے لئے کوشاں ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اقوام عالم کی امامت کے منصب پر سرفراز فرمائیں گے۔ یہ اعزاز صرف اس قوم کو عطا کیا جائے گا جو پہلے خود اللہ کے آئین کی پابند ہو کر اپنی سرزمین میں اللہ کی حاکمیت کے تحت صلوۃ و زکوۃ کا نظام نافذ کر کے اسے جنت کا نمونہ بنا چکی ہوگی اور محبت و اخوت کے منشور کو سارے عالم میں پھیلانے کے وسائل پیدا کر چکی ہوگی۔ علامہ اقبال کے خیال میں ایسا ضرور ہونا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

یہ عظیم منصب امت مسلمہ کا استحقاق ہے لیکن اس کے لئے محبت و اخوت، عدل و انصاف اور صداقت و شجاعت کے معیار پر پورا اترنا اولین شرط ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ کسی خادم انسانیت اور صالح قوم کو ہی آگے لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بار بار ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم اللہ کے آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اللہ کی محبت کو بھول کر دنیا کی محبت میں غرق ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں امامت کے منصب سے معزول کر کے تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو کھڑا کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ملاحظہ ہو۔

یایها الذین امنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبهم ویحبونه اذله علی المومنین اعزة علی الکفرین۔ یجاهدون فی سبیل الله ولا یخافون لومته لائم ذلک فضل الله یوتیه من یشاء والله واسع علیم (المائدۃ۔54)

ترجمہ! "اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کردے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کریں۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے"

اس آیت مبارکہ میں دنیا کی قیادت سنبھالنے والی قوم کی اہم ترین خوبی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والی ہو گی کیونکہ باقی ساری خوبیاں اللہ کی محبت کی وجہ سے ان میں خود بخود موجود ہوں گی۔ اس وقت پوری دنیا روحانی کرب اور ذہنی پریشانی میں محض اس لئے مبتلا ہے کہ مادی اور سائنسی قوت ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور نفسانی خواہشات کی تسکین کو ہی مقصود حیات سمجھے ہوئے ہیں۔ مغربی تہذیب نے قومیت اور وطن پرستی کے بت تراش کر انسانیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ ہر قوم اپنے افراد کی خوشحالی کی خاطر دوسری قوموں کو لوٹنے اور ان کا خون چوسنے کو سیاسی اور معاشی کامیابی بنائے ہوئے ہے۔ وطن پرستی کی آگ ہی نے گزشتہ عالمگیر جنگوں کو جنم دے کر دنیا کو تباہی سے دوچار کیا اور اب بھی کئی جگہ ایک ہی دین کے پیروکار ایک دوسرے کے دشمن بن کر ناحق خونریزی کر رہے ہیں اور بے یقینی اور جنگ کے مہیب سائے ہر طرف منڈلا رہے ہیں۔ کیمیائی ہتھیاروں، ایٹم بموں، میزائلوں اور بمبار طیاروں کی تباہ کن قوت نے بنی نوع انسان پر مکمل تباہی کا خوف مسلط کر رکھا ہے کیونکہ مغرب اللہ کے دین کو ترک کر کے چنگیزیت پر اتر آیا ہے اور اپنی طاقت اور ذرائع ابلاغ کو شیطانی مقاصد کے پورا کرنے میں صرف کر رہا ہے۔ امن عالم کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ علوم جدید اور قوت جدید پر کوئی اللہ سے محبت کرنے والی قوم قابض ہو کر اس قوت کو انسانیت کے دکھوں کا مداوا کرنے کے لئے استعمال کرے تاکہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائے۔ علامہ اقبالؒ اللہ والے فقیروں اور موجودہ دور کے جمہوری امیروں کی حکومتوں کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مسلماں فقر و سلطانی بہم کرد
ضمیرش باقی و فانی بہم کرد

و لیکن الاماں از عصر حاضر
کہ سلطانی بہ شیطانی بہم کرد

عصر حاضر کے سیاسی نظاموں نے قوت و سلطنت شیطانی ہاتھوں میں مرتکز کر رکھے ہیں لیکن مسلمانوں کے سیاسی نظام کا مقصود سیادت و امارت متقین کے ہاتھوں میں دینا ہوتا ہے جو تخت شاہی پر بیٹھ کر بھی فقیری کرتے اور اللہ کے عاجز بندے بن کر اللہ کی مخلوق کی بھلائی' بہتری اور خدمت کے لئے کام کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ علامہ اقبال "قوت اور دین" کے عنوان سے ضرب کلیم میں لکھتے ہیں۔

لا دیں ہو تو ہے زہر ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک

دنیا میں انسانوں کے صرف اور صرف دو گروہ ہیں۔ جو لوگ اللہ کی الوہیت اور ربوبیت پر ایمان رکھے' اس کی محبت اور اطاعت کی راہ پر چلتے اور بنی نوع انسان کی خدمت کو رضائے الٰہی کا ذریعہ جانتے ہیں قرآن انہیں اہل ایمان' اولیاء اللہ اور حزب اللہ کے نام سے پکارتا ہے۔ ان کی ساری صلاحیتیں بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کے لئے وقف ہوتی ہیں۔ ان کے برعکس دوسرے گروہ کو اہل کفر' اولیاء الشیطان اور حزب الشیطان کا نام دیتا ہے۔ یہ لوگ اپنی ذہانت اور قوت سے یہ کام لیتے ہیں کہ انسانیت کو قوموں اور طبقوں میں تقسیم کر کے انہیں لڑایا جائے اور کمزور قوموں کو اپنا غلام بنا کر ان کا استحصال کیا جائے۔ یہ لوگ انسانیت کے بدترین دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ایسے لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ اس شیطانی گروہ کا پھیلایا ہوا رنگ و نسل' طول امل ہوا و ہوس' فسق و فجور اور جنگ و جدل کا بے بنیاد اور بودا جال توڑ دیا جائے۔ یہ جنگ دوسرے انسانوں کو اپنا غلام بنانے کے لئے نہیں لڑی جاتی بلکہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نفاذ کرنے کے لئے لڑی جاتی تاکہ اولاد آدم حقیقی آزادی اور تکریم انسانیت کی نعمتوں سے مستفید ہو سکے۔ اہل ایمان کی طرف سے اللہ کی راہ میں لڑی جانے والی جنگ انسانیت کے لئے اسی طرح مفید ہوتی ہے جس طرح کسی مریض کے لئے ایک ماہر سرجن کا آپریشن ہوتا ہے۔ انسانیت کے دکھوں کو دور کرنے والے اس بابرکت جہاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الذین امنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطن ان کید الشیطن کان ضعیفا (النساء 76)

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اللہ کے مقاصد کے لئے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطانی گروہ کے مقاصد کے لئے لڑتے ہیں۔ سو تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو۔ اور ڈرو مت کیونکہ شیطان کا داؤ فریب بودا اور کمزور ہوتا ہے"

اوپر بیان کی گئی ملکی اور بین الاقوامی صورت حال کے تناظر میں اسلام کی سچی تعلیم کے مطابق بانی سلسلہ توحیدیہؒ نے اللہ کی محبت اور بنی نوع انسان کی خدمت کا چراغ روشن فرمایا۔ سب سے پہلے خود ہمیں اپنے کردار کو اس تعلیم کے مطابق ڈھالنا ہے اور پھر اس کی برکات کو اپنے پیارے ملک مملکت خداداد پاکستان کے کونے کونے تک پہنچانا ہے۔ اس سے بہتر اور اچھا اور کوئی کام نہیں کیونکہ محض اللہ کے لئے مخلوق خدا کی اصلاح کرنا سب سے بڑی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس عظیم اور مبارک کام کی ذمہ داری آپ بھائیوں پر ڈال دی۔ دنیا کو اس وقت قرآن کریم کی سچی تعلیم اور اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ کے عملی مظاہرہ کی ضرورت ہے تاکہ نفرتوں اور کدورتوں کو مٹا کر محبت کے پیام کو عام کیا جا سکے۔ اس وقت نہ صرف پاکستان کے رہنے والوں کو محبت کی تعلیم کی ضرورت ہے بلکہ عالم اسلام اور پوری دنیا اس کے لئے چشم براہ ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی اس روحانی اصلاح کی تحریک کا لائحہ عمل اس طرح ہے کہ پہلے تعلیم پر پوری طرح عمل کر کے اپنے اندر مطلوبہ روحانی قوت پیدا کی جائے اور پھر دوسرے بھائیوں کی اصلاح کا کام کیا جائے۔ سلسلہ توحیدیہ کے اوراد و وظائف نہایت مختصر اور سہل العمل ہونے کے باوجود انتہائی موثر ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت اور نماز کی پابندی کے علاوہ صرف دو ذکر بتائے جاتے ہیں۔ پہلا ذکر نفی اثبات یعنی لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے جو رات کی نمازوں میں سے کسی ایک کے بعد کرنا ہوتا ہے اور اس پر صرف آدھا پونا گھنٹہ صرف ہوتا ہے۔ دوسرا ذکر پاس انفاس کہلاتا ہے۔ یعنی سانسوں کا خیال رکھا جائے کہ کوئی سانس اللہ کی یاد کے بغیر نہ لیا جائے جو سانس اندر جائے یا باہر آئے اس کے ساتھ زبان ہلائے بغیر لفظ اللہ اس طرح کہا جائے کہ صرف دل کہے اور کان سنیں۔ یہ ذکر چلتے پھرتے اور کام کاج کے دوران ہر وقت اور ہر جگہ کیا جا سکتا ہے اور اس کے لئے کسی

خصوصی وقت کی ضرورت ہی نہیں۔ راہ فقر میں ذکر کے ساتھ مجاہدہ بھی کرایا جاتا ہے تاکہ طبیعت میں سے سختی، غرور، غصہ اور حسد وغیرہ جاتا رہے اور نرمی اور شائستگی کے ساتھ انکساری پیدا ہو جائے۔ اگلے زمانے کے شیخ اپنے مریدوں سے سخت مجاہدے کراتے تھے۔ ان سے سقے اور بھنگی کا کام کراتے اور بھیک منگواتے تھے۔ آج کل اس قسم کے مجاہدے ممکن نہیں ہیں۔ اس لئے سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم میں مجاہدے کا طریقہ بدل دیا گیا ہے اور اس کے لئے دو چیزیں چھوڑنا ہوتی ہیں اور دو اختیار کرنا پڑتی ہیں۔ چھوڑ دینے والی دو چیزیں غصہ اور نفرت ہیں اور اختیار کرنے والی محبت اور صداقت ہیں۔ مجاہدے کی اس تربیت کے لئے گھر سے باہر نہیں جانا پڑتا بلکہ ان کی مشق گھر کے اندر بہترین طریقہ سے ہو سکتی ہے۔ اس مختصر ترین تعلیم پر عمل کرنے سے چند ماہ کے اندر ہی انسان اپنی طبیعت میں ایک عظیم تبدیلی محسوس کرنے لگتا ہے۔ نماز اور ذکر میں مزہ آنے لگتا ہے گناہوں اور برائیوں کی طرف رغبت ختم ہو جاتی ہے۔ دنیوی تفکرات کا اثر دل پر کم ہوتا ہے اور آخر میں بالکل جاتا رہتا ہے۔ سچے خوابوں اور روحانی سیر کے علاوہ دل میں حرارت یا سوز و گداز کی صورت میں روحانی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح سالک کا دل چھوٹا سا پاور ہاؤس یا ٹرانسمیٹر بن جاتا ہے جس سے اللہ کی محبت کی لہریں نکلتیں اور اس کے پاس بیٹھنے والوں کو متاثر کرتی رہتی ہیں۔ یہی چیز فیض کہلاتی ہے۔ ہمارے مرشد نے اس روحانی قوت سے دلوں کی اصلاح کرنے کے لئے ہی سلسلہ توحیدیہ قائم کیا ہے۔ آپ بھی سلسلہ کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر مجسم پیار و پریم بن کر اللہ کی محبت اور اس کی مخلوق کی خدمت والے دین کے علمبردار بن کر آگے بڑھیں۔ اس اہم ترین عظیم ترین کام میں لگ جانا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے پر یقین کامل رکھیں جو اس نے قرآن کریم میں فرما رکھا ہے۔

یایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم (محمد-7)

ترجمہ! "اے اہل ایمان اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا"

اب میں سلسلہ توحیدیہ کی تنظیم کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارا یہ سلسلہ کوئی سیاسی یا معاشرتی جماعت نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک خاص صوفیوں کی جماعت ہے۔ یہ سلسلہ صرف لوگوں کے اخلاق کی اصلاح روحانی طریقوں سے کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ روحانی سلسلوں میں

جب تک اپنے شیخ یعنی مرشد کی کامل اطاعت نہ کی جائے تصوف کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو لوگ واقعی ترقی کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اپنے مرشد کی ہدایات پر پوری دلجمعی کے ساتھ عمل کریں۔ اس کے علاوہ بزرگوں کی صحبت کے بارے میں ایک نازک سانکتہ یہ ہے کہ روحانی فیض صرف اور صرف محبت کے تاروں کے ذریعے منتقل ہوتا ہے۔ اس لئے کسی بزرگ سے فیض حال کرنے کے لئے انکے ساتھ صرف عقیدت کا ہونا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ اس میں محبت کی چاشنی کا شامل ہونا بھی بہت ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح جس آدمی کی اصلاح کرنا مقصود ہو جب تک اس کے لئے پوری دلسوزی کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ آپ کے اندر کار فرما نہیں ہو گا اصلاح کا کام بار آور نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے آپ سب بھائیوں کو محبت کے جذبہ کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینا چاہیے کیونکہ دل محبت ہی سے فتح کئے جاتے ہیں۔ اس اصول کو ہمیشہ مد نظر رکھیں کہ گناہ سے تو نفرت ہونی چاہیے لیکن گنہگار سے ہرگز نہیں۔ اس پر تو آپ کو رحم آنا چاہیے کہ بہترین صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا گیا یہ انسان نا سمجھی، کج فہمی اور غفلت کی وجہ سے جہنم کے گڑھے کی طرف بڑھا چلا جا رہا ہے اور اسے اس دردناک انجام سے بچانے کے لئے اپنی ساری ہمت صرف کر دینی چاہئے۔ اگر ہم یہ کام محض اللہ کی رضا کی خاطر سرانجام دیں اور اس میں ذاتی بزرگی کا خیال اور نام و نمود کی خواہش کی کوئی آمیزش نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت یقیناً ہمارے ساتھ ہو گی۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی بندہ اللہ کا کام کر رہا ہو اور اللہ اس کی مدد نہ کرے۔ آپ قرآن حکیم اور نبی کریم ﷺ کے احکام کے مطابق نماز اور کثرت ذکر سے دلوں میں روحانی قوت پیدا کریں اور محبت و صداقت اور خدمت انسانیت کے عظیم مقصد کا علم تھام کر پوری دلجمعی کے ساتھ اصلاح کا کام شروع کر دیں تاکہ چراغ سے چراغ جلتے چلے جائیں اور محبت کا فیض عام ہو جائے اور کرہ ارض پر بسنے والے تمام انسان اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کی رحمت کے سایہ میں آ کر فلاح دارین حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو، ہماری راہنمائی فرمائے، ہر مشکل آسان فرمائے، اس عظیم کام کے لئے مطلوبہ ذرائع اور روحانی قوت عطا فرمائے اور لوگوں کے دلوں کو دین حق کی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ○

خواجہؒ کے خطوط

(خالد مسعود توحیدی)

1۔ تساہل کی پروا نہ کریں

(بنام محمد قاسم صاحب 19/9/1960)

"آپ سے کہہ تو دیا ہے کہ کام کرتے رہیں اور اللہ بھی کرتے رہیں جیسی بھی ہوتی ہے۔ کمزوری و تساہل وغیرہ کی زیادہ پروا نہ کریں۔ جتنی زیادہ پروا کریں گے اتنی ہی ترقی دیر میں ہو گی۔ کام کاج میں اللہ ضرور ترقی اور برکت دیگا۔ رفتہ رفتہ سب کچھ ہو جائے گا"

2۔ مزے کی بیماری ہے

(بنام محمد قاسم صاحب 4/3/1965)

" (اپنی بیماری کے متعلق لکھتے ہوئے فرمایا) ...... اس مرتبہ معاملہ لمبا ہو گیا۔ آگے بارہ روز کنونشن ہے اور ہم یہاں سے 24 مارچ کو روانہ ہو رہے ہیں۔ خدا کرے اس وقت تک صحت اچھی ہو جائے ورنہ جیسی بھی ہے میں تو انشاء اللہ ضرور جاؤنگا۔ یہی تو میرا کام اور میری ڈیوٹی ہے۔ افسوس صرف یہ ہے کہ لوگ میرے آرام کا خیال نہیں کرتے۔ راتوں کو جگاتے ہیں۔ بیٹھے رہنے سے ریاح ہوتا ہے اور معدہ خراب ہو جاتا ہے۔ بہرحال بڑے مزے کی بیماری ہے کیونکہ تکلیف میں ان کو مزا آتا ہے۔ (الحمدللہ)"

3۔ دل خوش رہتا ہے

(بنام محمد قاسم صاحب 13/10/1965)

"تاہم ان تکالیف کے باوجود ابھی تک مرنے کا تو کوئی خطرہ بظاہر نہیں معلوم ہوتا ہے۔ ویسے موت کا وقت کون جانتا ہے۔ بس صحت کے متعلق تو یہی مفصل ہے۔ ویسے دل خوش رہتا ہے اور کبھی کبھی تو بہت ہی مزا آتا ہے"

4۔ سینکڑوں بیماریاں ہیں

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 6/2/1966)

"میں تو دو ماہ سے کافی بیمار ہوں۔ اختلاج، دائمی قبض، اپھارہ، سر میں چکر، بواسیر، بخار، نزلہ زکام، کھانسی الغرض سینکڑوں بیماریاں ہیں"

5۔ زکوٰۃ کی بابت

(بنام محمد صدیق ڈار 17/9/1966)

"زکوٰۃ کی بابت یہ ہے کہ یہ فقہ کے مسائل ہیں اور میں ان میں فتویٰ دینے کا مجاز نہیں ہوں۔ تاہم جواب یہ ہے اور ان کی تصدیق ایک مولوی سے کر لی ہے۔ سروس میں جو روپیہ کٹوا کر جمع کراتے ہیں جیسے جی پی فنڈ اور انشورنس کا جو روپیہ جمع کراتے ہیں یا جو رقم حکومت کو قرضہ میں لمبی مدت کے لئے دی گئی ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ زکوٰۃ صرف اس روپیہ پر ہے جو سال بھر آپ کے اپنے تصرف میں رہا ہو۔ جس پر کوئی قرض ہو اور اس کے پاس روپیہ بھی ہو۔ مثلاً" ایک آدمی کے پاس دس ہزار روپے موجود ہیں (سال بھر سے) اور اس پر پانچ ہزار قرض بھی ہے تو قرض کا روپیہ نکال کر باقی پر زکوٰۃ دینی ہو گی"

6۔ امید شفاء

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 15/1/66)

"ہر سردی میں تکلیف ہو جاتی ہے۔ علاج کرا رہا ہوں اور اللہ سے امید شفاء رکھتا ہوں۔ وہی ریاح، بد ہضمی، دل کی دھڑکن اور بلغم کی زیادتی کا مرض ہے جو تمہیں ہوتا ہے"

7۔ دواؤں کا استعمال

(بنام مخدوم ریاض حسین 1963-2-16)

"اطریفل اور خمیرہ ابھی شروع نہیں کیا۔ کرنے والا ہوں مگر میرا تجربہ یہ ہے کہ جب معدہ ٹھیک نہ ہو تو کوئی دوا اثر نہیں کرتی۔ دل اور معدہ کی کیفیت خاصی ہے مگر پیٹ میں ریاح بے انتہا رہتی ہے۔ میں آجکل خمیرہ ابریشم حکیم ارشد والا استعمال کر رہا ہوں اس لئے اطریفل کشنیز اور خمیرہ گاؤ زبان عنبری کا استعمال شروع نہیں کیا"

8۔ شاعری کا رنگ

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 1968)

"صحت پہلے سے بہتر ہے الحمد للہ۔ شاید کسی "اہل دل" نے نیم دلی سے دعا کی ہو گی۔ ڈار صاحب! یہ سب تو مذاق سے لکھا ہے کبھی کبھی طبیعت میں شاعری کا پرانا رنگ آ جاتا ہے۔ ویسے حلقہ میں الحمد للہ 80 فیصد آدمی تو اہل دل ہی ہیں"

سائل کو جھڑکو نہیں

(آفتاب احمد خاںؒ)

ایک شام راقم الحروف قبلہ حضرتؒ کے پاس حاضر تھا۔ آپ کی طبیعت کچھ ناساز تھی اس لئے فرمایا کہ کل صبح حکیم صاحب کے ہاں چلیں گے۔ اگلے روز بھی حسب وعدہ حاضر ہو گیا۔ آپ گلبرگ میں گنبد والی کوٹھی کے برآمدے میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ اٹھے اور اندر جاتے ہوئے فرمایا کہ وضو بنا کر آتا ہوں پھر حکیم صاحب کے پاس چلتے ہیں۔ اس دوران ایک مانگنے والا فقیر بڑی بلند آواز اور کرخت آواز گیٹ پر لگانے لگا۔ قبلہ حضرتؒ عین اسی وقت باہر تشریف لائے اور اس فقیر پر برس پڑے اور فرمانے لگے تم لوگ مانگنے کے بہانے گھروں کو لوٹ لیتے ہو۔ بھاگ جاؤ یہاں سے اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔ قبلہ صاحبؒ نے بڑے ہی سخت لہجہ میں اسے ڈانٹ پلائی۔ یہ منظر دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ کے الفاظ میرے دل و دماغ میں گردش کرنے لگے اور میرا سر ندامت سے جھک گیا۔ قبلہ حضرتؒ نے میری یہ حالت دیکھی تو میرے ساتھ والی کرسی پر آکر بیٹھ گئے اور آہستہ سے فرمایا کہ میرے اس رویہ پر تمہیں تکلیف ہوئی ہے؟ میں نے ہاں میں اپنا سر ہلا دیا اور برملا کہہ دیا کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ سوالی کو نرمی اور احسن طریقہ سے فارغ کرنا چاہئے۔ میرا یہ کہنا تھا کہ قبلہ حضرتؒ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور فرمایا کہ وہ سوالی ابھی زیادہ دور نہیں گیا ہو گا اسے واپس بلا لاؤ۔ میں بھاگ کر گیٹ سے باہر گیا تو وہ چند قدم کے فاصلے پر ہی سڑک پر بڑبڑاتا ہوا جا رہا تھا۔ میرے پکارنے پر وہ اور بڑبڑایا اور کہنے لگا ابھی کچھ کسر باقی رہ گئی ہے جو مجھے واپس بلا رہے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ اس دفعہ ایسا نہیں ہو گا۔ اس پر وہ میرے ساتھ واپس آ گیا۔ قبلہ حضرتؒ نے بڑی شفقت کے ساتھ اسے اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کہ غلط فہمی میں تجھے برا بھلا کہہ ڈالا۔ مجھے معاف کر دو۔ پھر جیب سے بیس روپے نکال کر اسے دے دیئے اور فرمایا کہ ہر ماہ مجھے ملنے آ جایا کرو اور جو تمہاری قسمت میں ہو گا مل جایا کریگا شاید اسی طرح میرے جرم کی تلافی ہو جائے۔ پھر میں نے اکثر دیکھا کہ وہ فقیر ہر ماہ آتا اور مجھے دیکھ کر فاتحانہ انداز میں مسکراتا اور دعائیں دیتا ہوا جاتا۔ اس سلسلے میں آپ نے مجھے خاص تاکید

کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے پیر بھائی (آپ اپنے مریدوں کو پیر بھائی ہی کہا کرتے تھے) لحاظ اور ادب کی وجہ سے میرے ناشائستہ رویہ پر مجھے ٹوکتے نہیں ہیں۔ تم نے فقیر کے بارے میں مجھے حدیث شریف سنا کر بہت اچھا کیا۔ شاباش!

آئندہ بھی تم مجھے ایسی باتوں پر ٹوکتے رہنا۔ جب معاملہ حق کا ہو تو اس پر ڈٹ جانا چاہئے۔ پھر آپ نے اپنی شادی کا واقعہ سناتے ہوئے فرمایا کہ میری شادی کے موقع پر رشتہ میں میرے ایک چچا جو بڑے ہردلعزیز تھے اس بات پر مصر تھے کہ شادی پر ناچ گانا ضرور ہونا چاہئے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ناچنے گانے والوں کا انتظام بھی کر لیا تھا۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں ڈٹ گیا اور برملا سب سے کہہ دیا کہ شادی ہو گی یا ناچ گانا ہو گا۔ میرا دوٹوک فیصلہ سن کر گھر والے بہت پریشان ہوئے اور ایک آدھ مرتبہ مجھے منانے کی کوشش بھی کی لیکن میں نے ایک نہ سنی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے چچا صاحب ناراض ہو گئے مگر میں نے ناچ گانا نہ ہونے دیا۔

تصوف اور سائنس

(خواجہ عبدالحکیم انصاری)

تصوف اسلام ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ ہرمذہب میں موجود ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تقریباً" تمام مذاہب کسی نہ کسی ایسی مافوق الفطرت ہستی کو مانتے ہیں جو نہ تو حواس ظاہری سے معلوم ہو سکتی ہے نہ عقل ہی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی انسان طبعاً" متجسس واقع ہوا ہے وہ بجا طور پر جاننا چاہتا ہے کہ میں جس کی پرستش کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا ہے جو مجھے رزق دیتا ہے جس کے ہاتھ میں میرا بھلا اور برا ہے اور جو مجھے موت دے گا اور موت کے بعد بھی میرے ساتھ رہے گا اور اس دن میں میں نے جو برے بھلے عمل کئے ہیں ان کی جزا اور سزا دے گا آخر وہ کون ہے؟ کہاں ہے؟ کیسا ہے؟ اس سے ملنے کا راستہ کونسا ہے؟ اس کی خوشنودی اور اس کا قرب، معرفت اور دیدار کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟ تو اب آپ غور کریں کہ کیا اس شخص کی یہ خواہش ناجائز اور اس خواہش کی تکمیل ناممکن ہے؟ ہرگز نہیں!!

خدا نے انسان کی فطرت میں بہت سے خواہشیں رکھی ہیں اور ساتھ ہی ہر خواہش کی تکمیل کا سامان بھی مہیا کیا ہے مثلاً" بھوک پیدا کی ہے تو کھانے کی ہزاروں چیزیں بنائی ہیں۔ پیاس پیدا کی ہے تو سینکڑوں مشروبات بنائے ہیں جنسی خواہشات کی تسکین کے لئے کروڑوں مرد اور عورتیں پیدا کیں۔ سیر و سیاحت کی خواہش ہو تو خدا کی زمین فراخ ہے۔ ساری عمر سیاحت کرتے رہو۔ علم حاصل کرنے کی خواہش ہو تو سینکڑوں علم پیدا کئے ہیں جس علم کو چاہو اس کے حصول میں عمر گزار دو۔ دولت کی خواہش ہو تو وہ طور طریقے سیکھو جن میں دولت کے حصول کی صلاحیت ہے ان پر عمل کرو اور دولت مند بن جاؤ۔

جب یہ ایک کلیہ اور مسلمہ ہے کہ خدا نے ہر خواہش کی تکمیل کا پورا بندوبست کیا ہوا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اندریں صورت کیا خدا کی معرفت اور قرب و دیدار کی خواہش ہی ایک ایسی خواہش ہے جس کی تکمیل کا خدا نے کوئی بندوبست نہیں کیا؟ ناممکن ہے کہ نہ کیا ہو۔ ایسا تو خیال کرنا بھی خدا کے عدل و انصاف اور اس کی شان ربوبیت کا انکار کرنا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ بات صحیح ہے (اور یقیناً" صحیح ہے) تو پھر خدا نے اپنے ملنے کے کونسے طریقے اور قاعدے بتائے ہیں کہ طالب دیدار خدا ان طریقوں اور قاعدوں پر عمل کر کے فائ

الزام ہو سکے۔ تو حاضرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہر مذہب جو کسی ان دیکھی طاقت کی پرستش کرتا ہے اس میں اپنے معبود کی معرفت حاصل کرنے یا اس سے ملنے کے الگ الگ طریقے ہیں مثلاً" چینی پیغمبر کنفیوشس نے جو طریقے بتائے ہیں وہ ان طریقوں سے مختلف نہیں جو ہندوؤں کے رشیوں منیوں نے بتائے ہیں یا عیسائیوں اور یہودیوں وغیرہ کو ان کے پیغمبروں نے سکھائے ہیں۔ یہی طریقے اور قاعدے بہ حیثیت مجموعی ان مذاہب کا تصوف کہلاتے ہیں۔ مسلمانوں کو بھی خدا نے اس نعمت عظمیٰ سے محروم نہیں رکھا۔ قرآن میں اپنے ملنے کے طریقے بیان کر دیئے ہیں۔ یہ طریقے تعداد میں اس قدر کم مگر اتنے سریع التاثیر ہیں کہ عقل حیران ہوتی ہے۔ جو لوگ سالہا سال دلائل الخیرات' دعائے گنج العرش' دعائے ماثورہ' دعائے جمیلہ' حزب البحر' قصیدہ بردہ اور قصیدہ غوثیہ وغیرہ کا ورد' طرح طرح کے مراقبے' چلے اور سخت سے سخت ریاضتیں کرنے کے بعد بھی حصول مقصد میں نامراد رہتے ہیں' ان قرآنی طریقوں پر صرف دو تین سال عمل کرنے کے بعد وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو کبھی ان کے خواب و خیال میں بھی نہ گزرا تھا اور ان کو یقین کامل ہو جاتا ہے کہ ہم سیدھے راستے پر چل رہے ہیں اور ضرور اپنی مراد کو پہنچیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان طریقوں کو "تصوف" نہیں کہا بلکہ "حکمت" فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

كما ارسلنا فيكم رسولا منكم يتلوا عليكم ايتنا ويزكيكم و يعلمكم الكتاب والحكمه

یعنی ہم نے تم ہی لوگوں میں سے تمہارے پاس ایک رسول بھیجا ہے جو تم کو ہماری آیات (قرآنی) پڑھ کر سناتا ہے تمہارے اخلاق کا تزکیہ کرتا ہے اور تم کو کتاب (قرآن) اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے"

اب سوال یہ ہے کہ قرآن میں معیشت' معاشرت' سیاست' اخلاق اور قانون کی جو تعلیم دی گئی وہ تو احادیث' فقہ اور اسلامی قانون کی شکل میں اب بھی موجود ہے گو اس پر اکثر اسلامی ملکوں میں عمل نہ ہوتا ہو۔ مگر وہ حکمت کہاں ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ کیا علمائے کرام کے پاس ہے یا صوفیائے عظام کے۔ افسوس ہے کہ وہ گم ہو چکی مسلمانوں میں سے کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔

حکمت کا لفظ عام طور پر فلسفہ کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی واسطے سقراط اور بقراط اور افلاطون وغیرہ کو حکیم کہتے ہیں۔ لیکن قرآن میں حکمت سے مراد فلسفہ نہیں بلکہ علم الحقائق اشیا ہے کیونکہ یہ بات مشاہدے سے ثابت ہو چکی ہے کہ فلاسفروں کے دو گروہ ہیں ایک وہ جو فلسفہ پڑھنے کے بعد

خدا سے منکر ہو جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو ایک واجب الوجود (خدا) کو مان لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں ایسی تعلیم دے نہیں سکتا جس کو حاصل کر کے کچھ لوگ خدا کے منکر بھی ہو جائیں۔ اس لئے قرآن میں جو "حکمت" کا لفظ آیا ہے یقیناً "فلسفہ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اس سے وہ علم مراد ہے جس سے انسان پر اشیاء کی وہ حقیقتیں ظاہر ہوتی ہیں جو نہ تو حواس ظاہری سے معلوم ہو سکتی ہیں نہ عقل ہی سے سمجھ میں آتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ علم دنیا کے اور تمام علوم میں سب سے افضل ہے۔ اسی وجہ سے یہ اتنا عام اور آسان بھی نہیں ہے کہ جو چاہے حاصل کر لے بلکہ اس کو صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں جن میں اللہ نے اس کے حصول کی صلاحیت رکھی ہو اور یہ معمولی آدمی نہیں ہوتے بلکہ خاص لوگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

یوتی الحکمت من یشاء من یوت الحکمت فقد اوتی خیر کثیرا وما یذکر الا اولوالالباب (بقرہ آیت ۲۶۹)

ترجمہ! "اللہ تعالیٰ حکمت عطا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو خیر کثیر عطا کی گئی لیکن حکمت کی باتیں ان کے سوائے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا جو دانشمند ہیں"

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ رسول کریم ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اللھم ارنا الحقائق کل الاشیاء کما ھیی

ترجمہ! "اے اللہ ہم کو تمام اشیاء کی حقیقت سے آگاہ فرما"

علم الحقائق کے تین حصے کئے جاسکتے ہیں

۱۔ مادیات ۲۔ نفسیات ۳۔ الہیات

مادیات یا سائنس

اس کے طالب علم صرف مادی اشیاء کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش میں عمریں صرف کر دیتے ہیں۔ مثلاً" جب ان کو خیال آیا کہ پانی کس طرح بنا ہے تو مدت دراز تک کوشش دشوار اور سعی بسیار سے یہ معلوم کر لیا کہ یہ آکسیجن اور ہائیڈروجن کا مرکب ہے۔ اسی طرح ہوا کے اجزاء کی تحقیق کی نباتات کی طرف آئے تو یہاں تک معلوم کر لیا کہ بیج سے کلا کیونکر پھوٹتا ہے اور کس طرح تناور درخت بن جاتا ہے۔ جنگلوں میں خودرو نباتات کو کس طریقے سے انسان کی خوراک اور اس کے باغوں کی تزئین و آرائش کے لائق بنایا جا سکتا ہے کس قسم کی مٹی اور کھاد کونسی نباتات کی

نشو و نما میں زیادہ کامیاب ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج امریکہ میں لاکھوں ٹن گندم دوسرے قحط زدہ ممالک میں بھیجنے اور خود اپنے ملک میں بے غل و غش خرچ کرنے کے بعد باقی ہزاروں ٹن سمندر میں پھینک دیا جاتا ہے' دنیائے طب میں قدم رکھا تو بیسیوں جراثیم اور بیکٹریا دریافت کر لئے اور ان کو پرورش کرنے اور ہلاک کرنے کے طریقے معلوم کئے جس سے دنیائے طب میں ایک انقلاب آگیا۔ دھاتوں کی تحقیق ہاتھ میں لی تو بہت سی نئی نئی مرکب دھاتیں خود بنالیں۔ ان میں سے کئی ایسی ہیں جو زیادہ سے زیاہ درجہ حرارت میں بھی پگھل نہیں سکتیں۔ یہاں تک معلوم کر لیا کہ فلاں دھات میں اتنے اور فلاں میں اتنی الیکٹرون ہوتے ہیں۔ جن کی تعداد کو اگر کسی طرح بدل دیا جائے تو دھات کی ماہیت بدل جائے گی۔ سائنسدانوں نے فلکیات پر تحقیق کی تو ایسی ایسی باتیں دریافت کیں کہ ساری دنیا حیران رہ گئی پہلے ہم سمجھتے تھے کہ ہماری زمین اور سورج اور ہمارا نظام شمسی اور خالی آنکھ سے نظر آنے والے چند ہزار ستارے بس یہی کل کائنات اور ہمارے خدائے قادر قیوم کی پوری خدائی ہے۔ لیکن ان سائنسدانوں نے موجودہ زمانہ کی جناتی دوربینوں اور اعلیٰ ریاضی کے مسلمات سے ثابت کر دیا کہ یہ جو کچھ نظر آتا ہے یہ تو ساری کائنات کا ایک اربواں حصہ بھی نہیں ہے۔ ہمارا نظام شمسی اس کہکشاں سے بنا ہے جو نظر آتی ہے۔ لیکن تحقیق یہ ہوا ہے کہ صرف ہمارا نظام شمسی ہی اکیلا نہیں بنا بلکہ اربوں ایسے نظام ہیں جو اس کہکشاں سے بنے ہیں اور سارے آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں پھر ایسی لاکھوں کہکشائیں ہیں جن میں ہر ایک سے اسی طرح کے اربوں نظام ہائے شمسی بنے ہیں اور یہ تو صرف وہ کچھ ہے جو ہم کو موجودہ دوربینوں وغیرہ سے نظر آتا ہے اس کے علاوہ صرف خدا ہی جانتا ہے کہ اس کی خدائی میں کیا کچھ بھرپڑا ہے ایسی ایسی بے شمار کائناتیں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے علاوہ اور بھی کیا کچھ ہے جہاں نہ انسان کے آلات ہی کچھ کام دے سکتے ہیں نہ اس کی عقل اور خیال۔ ابھی کچھ عرصے پہلے چاند کے متعلق کیا کیا عجیب و غریب عقائد و نظریات بیان کئے جاتے تھے۔ لیکن اب ان سائنسدانوں نے اس کی حقیقت کھول کر رکھ دی ہے اور وہاں تک آنے جانے کے راستے بھی استوار کر لئے ہیں۔ سائنسدانوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ ہمارا سورج زمین سے تقریباً" 43 لاکھ گنا بڑا ہے۔ لیکن اس فضا میں ہزاروں ایسے سورج بھی ہیں جو ہمارے سورج سے بھی حجم میں لاکھوں گنا بڑے ہیں۔ سبحان اللہ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

اب مشینی دنیا کی طرف آیئے۔ اس دنیا میں تو ان حکمائے وقت یعنی سائنسدانوں نے وہ کمال کیا

ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جس میں مشینوں کا استعمال عام نہ ہو۔ کپڑا بننے کی مشینیں کپڑا کاٹنے، کترنے اور سینے کی مشینیں کپڑے دھونے کی مشینیں، حجامت بنانے اور ناخن بنانے کی مشینیں، کھانا پکانے کی مشینیں، مصالحہ پیسنے اور کوٹنے کی مشینیں۔ برتن دھونے کی مشینیں، اناج بونے، اس کو پانی دینے (ٹیوب ویل) فصل کاٹنے اور چھڑنے کی مشینیں برتن اور زیورات بنانے کی مشینیں۔ کاغذ بنانے اور چھاپنے کی مشینیں، آٹا پیسنے کی مشینیں، ہزاروں قسم کی مصنوعات بنانے کی مشینیں۔ ان کے علاوہ میدان جنگ میں استعمال ہونے والی بیسیوں قسم کی بندوقیں، رائفلیں، مشین گنیں بڑی دور مار توپیں اور ایسے آلات جن کا عام آدمیوں کو پتہ بھی نہیں ہے۔ خبر رسانی کے آلات، ٹیلی گراف، ریڈیو، ٹرانسمیٹر اور وائرلیس وغیرہ پھر آمدورفت اور ٹریفک کی گاڑیاں مثلاً" سائیکل، موٹر سائیکل اسکوٹر، موٹر، ہوائی جہاز، پانی کے جہاز، ٹرک اور ریل گاڑیاں، آبدوز کشتیاں جو کئی ماہ تک پانی ہی کے اندر رہ سکتی ہیں۔ چاند پر جانے والے راکٹ، فضا میں قائم رہنے والے ہوائی اسٹیشن۔ ان کے علاوہ وہ دیو پیکر بلڈوزر اور مشینیں جن سے اگر چاہیں تو ہمالہ پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر کے ہموار میدان میں تبدیل کر دیں اور بڑے بڑے ہموار میدانوں کو کھود کر سمندر بنا دیں۔ الغرض کہاں تک بیان کیا جائے اگر ساری مشینوں کا ذکر کیا جائے تو ایک بڑی ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ پھر ان مشینوں کے ساتھ پاور (توانائی) کا استعمال سب سے پہلے انگلینڈ میں کپڑا بننے کی مشینیں ایجاد ہوئیں۔ وہ شروع شروع میں صرف ہاتھ سے چلتی تھیں پھر بھاپ کی طاقت دریافت ہو گئی تو اس سے کام لیا جانے لگا اور پہلے سے سینکڑوں گناہ کام ہونے لگا اس کے بعد بجلی کی طاقت دریافت ہو گئی تو کام اور بھی زیادہ آسان اور پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ مقدار میں ہونے لگا۔ اس کے بعد پٹرول دریافت ہوا اور اس سے آمدورفت کی گاڑیوں اور ہوائی جہاز وغیرہ کی رفتار اتنی تیز ہو گئی کہ مہینوں کا راستہ دنوں اور دنوں کا راستہ گھنٹوں میں طے ہونے لگا یعنی زمین کی طنابیں ان سائنسدانوں نے کھینچ دیں۔ اور وہ سکڑ کر چھوٹی سی ہو گئی۔ اب ایٹمی توانائی دریافت ہو گئی۔ دیکھیں یہ کیا کیا گل کھلاتی ہے۔

سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ یہ ایجادیں اور دریافتیں جنہوں نے زمانہ کی معیشت و معاشرت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا کہ کوئی معمولی چیز ہیں۔ کوئی معمولی عقل کا انسان یا کوئی معمولی بلکہ اچھا پڑھا لکھا آدمی یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ یقیناً" نہیں۔ یہ انہی لوگوں کے کارنامے ہیں جو سائنسدان کہلاتے ہیں اور جو حقیقت میں حکیم ہیں ان لوگوں نے خلق خدا کو فائدہ پہنچانے کے

لئے اپنی عمریں صرف کردیں۔ ہزاروں جانیں قربان کرڈالیں۔ تب یہ نعمتیں وجود میں آئیں کہ آج افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں ائیر کنڈیشنڈ مکان بنا کر انسان آرام سے رہ سکتا ہے۔ ریفریجریٹر کا برف جیسا ٹھنڈا پانی پی سکتا ہے اور کولڈ اسٹور میں اپنے کھانے پینے کا سامان مدتوں محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اسی طرح کرہ زمین کے شمالی برفانی علاقوں میں گرم ائیر کنڈیشنڈ مشینوں سے اپنے مکانوں بلکہ پورے محلوں اور شہر میں ایسی گرمی پیدا کرلیتا ہے کہ سردی کا خیال بھی نہیں آنے پاتا اور بجلی کی روشنی سے اپنی لمبی لمبی اندھیری راتوں کو دن کی طرح روشن اور منور رکھتا ہے۔ فضا میں خاص قسم کے میزائل چھوڑ کر مینہ اور اولے برسا سکتا ہے اور اپنی بنجر زمینوں کو زرخیز اور شاداب پر بہار گلزاروں میں تبدیل کرلیتا ہے۔ حقیقتاً" یہ عام تو کیا اچھے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور غیر معمولی دماغوں کا کام نہیں بلکہ ان خاص لوگوں کا کام ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا کی ہے پھر حکمت کے ساتھ خیر کثیر خود بخود ہی ان کے حصہ میں آگئی ان کے ملکوں میں ہن برسنے لگا اور انہوں نے پرانی سلطنتوں اور طاقتور سے طاقتور بادشاہتوں کو صرف ایک دو صدی میں اپنا غلام بنالیا۔

اوپر جو کچھ بتایا گیا ہے یہ حکمت کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے کیونکہ اس میں صرف مادی چیزوں کی تحقیق کی جاتی ہے جو حواس ظاہری سے معلوم اور محسوس ہو سکتی ہیں ان کو تولا اور ناپا جا سکتا ہے اگر مرکب ہوں تو تجزیہ کرکے ایک ایک جزو کو جانچا اور پرکھا جا سکتا ہے اور یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ اجزاء کس نسبت سے ترکیب دیئے گئے ہیں اور اگر یہ چیزیں بنائی جا سکتی ہیں اور یہ سلسلہ اتنا وسیع اور دراز ہے کہ غالباً" قیامت تک ختم نہ ہو گا ہمیشہ نئی سے نئی چیزیں دریافت اور ایجاد ہوتی رہیں گی۔

الغرض یہ ہے مادی اشیاء کی حقیقت سے واقف ہونے کا علم مسلمانوں نے اس کی طرف کبھی توجہ ہی نہ کی۔ یورپ کی اقوام نے اس کو اپنایا۔ اس کے حصول کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دیں اور عمریں صرف کیں اس کا جو اجر انہوں نے آج پایا وہ ہم سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہاں ایک اعتراض ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تو یہ علم کسی کو سکھایا ہی نہیں پھر اگر انہوں نے اس کی طرف سے بے اعتنائی برتی تو ان کا کیا قصور ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے سپرد تبلیغ اسلام کا اتنا بڑا اور عظیم الشان کام تھا کہ حضور ﷺ کو علم مادیت سکھانے کی نہ تو فرصت تھی نہ ضرورت۔ حضور ﷺ نے تو اور بھی بہت سے علوم صحابہ کرام کو نہیں سکھائے مثلاً" ادبیات، علم البیان، علم الکلام، منطق، فلسفہ، طب، اور ریاضی وغیرہ۔ بعد میں جوں جوں اسلام ترقی کرتا گیا اور

عجمی اقوام مسلمان ہوتی گئیں۔ علمائے اسلام نے خود ان علوم کو سیکھا اور ان میں وہ ید طولیٰ حاصل کیا کہ ساری دنیائے اسلام علم کی روشنی سے جگمگا اٹھی۔ یورپ میں اس وقت اندھیرا تھا۔ جب اس روشنی کی کرنیں وہاں پہنچیں اور اقوام یورپ کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ ہمارے تنزل اور مسلمانوں کی ترقی و بالادستی کا راز اسی روشنی میں پنہاں ہے تو ہزار طلباء پروانہ وار اسلامی مدارس کی طرف دوڑے اور قرطبہ' غرناطہ' دمشق اور بغداد وغیرہ کی یونیورسٹیوں سے کسب علم کے بعد جب اپنے وطن کو واپس لوٹے تو وہاں چراغ سے چراغ جلائے۔ انہوں نے جو کچھ سیکھا تھا اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ہر علم میں مزید ترقی کی کوشش کی' جانیں قربان کیں اور نئی نئی دریافتوں میں عمریں گزار دیں اور آج تک یہی ہو رہا ہے دوسری طرف مسلمان شمع علم کو بجھا کر آرام کی نیند سو گئے اور آج تک پڑے خراٹے لے رہے ہیں صدیوں کی غفلت کے بعد اب کچھ بیداری کے آثار نظر آنے لگے ہیں اور ہمارے نوجوان بھی ہزاروں کی تعداد میں امریکہ اور انگلینڈ وغیرہ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مگر افسوس جب وہ واپس آتے ہیں تو پکے مسلمان خال خال اور کمیونسٹ سائنٹفک سوشلسٹس' اسلامی سوشلسٹس اور ملحد و بے دین زیادہ ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ بچپن میں گھروں پر ان کو مذہب سے تقریباً" بالکل نا آشنا رکھا جاتا ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ ہمارے علماء کا فرض نہ تھا کہ جب انہوں نے یورپی اقوام کو اکتساب سائنس کے بل پر ترقی کرتے دیکھا تو خود بھی یورپ جا کر ماڈرن علوم حاصل کرتے اور اپنے ممالک اور قوم کو یورپ کی مادی طاقت سے مغلوب نہ ہونے دیتے خصوصاً" جب کہ قرآن کریم میں سینکڑوں جگہ حکم دیا گیا ہے کہ زمین و آسمان اور ان کے بیچ میں ہماری بے انتہا نشانیاں ہیں ان پہ غور و فکر کرو۔ وہاں جو کچھ بھی ہے ہم نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور ایک جگہ تو بالکل صاف صاف فرما دیا ہے۔

"کیا یہ لوگ کائنات اور اس میں جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں ان پر غور نہیں کرتے معلوم ہوتا ہے ان کی موت نزدیک آ گئی ہے" (سورہ اعراف 185)

اس سے زیادہ صاف اور واضح حکم سائنس سیکھنے کا اور کیا ہو سکتا ہے پھر بیسیوں اپنی ان قدرتی نشانیوں کا ذکر کیا ہے جن پر غور کرنے سے عقل و دانش نشوونما پاتی اور نئے نئے علم وجود میں آتے ہیں۔ مثلاً" فرماتے ہیں کہ ایک ہماری نشانی یہ ہے کہ زمین مردہ کو پھر زندہ کر دیتے ہیں اور اس میں سے تمہارے لئے طرح طرح کے میوے' اناج اور سبزیاں اگاتے ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے

کہ "دن رات کے گھٹنے بڑھنے اور موسموں کے بدلنے میں ہماری بڑی نشانیاں ہیں پس تم غور کیوں نہیں کرتے" ایسی لاتعداد آیات ہیں جن میں قدرتی اشیاء کی حقیقت پر غور و فکر کرنے کی ترغیب نہیں بلکہ حکم دیا ہے۔ اس مختصر خطبہ میں یہ سب کچھ نقل کرنے کی گنجائش نہیں للذا صرف ایک ایسی آیت لکھتا ہوں جو موجودہ زمانہ کے تقریبا" تمام علوم کو سیکھنے کی دعوت دیتی ہے اور اس قسم کی اور سب آیتوں پر حاوی ہے۔ دیکھئے سورہ عنکبوت آیت بیس اس میں صاف اور واضح حکم دیا گیا ہے کہ "قل سیروفی الارض فانظروکیف بدالخلق یعنی اے رسول مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں کہ آفرینش کی ابتدا کیسے ہوئی۔ یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھنے کی ہے کہ فانظروا۔ دیکھو۔ نظر کرو میں نظر کے معنی صرف دیکھنے کے نہیں ہیں بلکہ غور سے دیکھنے اور حقیقت تک پہنچ جانے کے ہیں جیسا کہ ہم کہتے ہیں فلاں آدمی صاحب نظر ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ عقلمند ہے۔ اصلیت اور حقیقت کو سمجھنے والا ہے علم دو طرح کے ہوتے ہیں ایک بدیہی' دوسرا نظری' تو بدیہی وہ علم ہے جس میں غور و فکر کی ضرورت نہ ہو بلکہ دیکھتے ہی اصلیت معلوم ہو جائے لیکن نظری علوم وہ ہیں جن میں غور و فکر کرنے کے بعد حقیقت سمجھ میں آئے تو یہاں "نظر کرو" کے معنے صرف دیکھ لینے کے نہیں بلکہ یہ حقیقت معلوم کرنے کے ہیں کہ آفرینش کی ابتداء کیونکر ہوئی۔ ہمارے علماء نے تو ظاہر ہے اس طرف توجہ ہی نہیں کی لیکن یورپ کے محققین کئی صدیوں سے اس پر غور کر رہے ہیں اور اس کے نتیجہ میں اگرچہ اصل حقیقت تو ابھی تک معلوم نہیں ہوئی۔ لیکن بہت سے نئے علوم مدون ہو گئے۔ مثلا" علم طبیعیات' علم الکیمیا' علم طبقات الارض' علم الحیوۃ' علم نباتات' علم معدنیات' فلکیات اور اعلیٰ علم ریاضی ان علوم سے انسان کو جو بے انتہا فائدے پہنچے وہ سب مفصل بیان کئے جائیں تو کئی ضخیم کتابیں تیار ہو سکتی ہیں یہاں ان کے بیان کی گنجائش نہیں تعلیم یافتہ لوگ سب جانتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کو مادیات نہ بتانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اس علم سے کہیں زیادہ اعلیٰ و افضل علم اپنے خاص خاص صحابیوں کو سکھا رہے تھے۔ الہیات جس کا موضوع یہ ہے کہ خدا کیا ہے۔ کیسا ہے۔ کہاں ہے اس نے مخلوق و کائنات کو کس طرح پیدا کیا ہے اور ان سے ان کا کیا تعلق ہے اس کے علاوہ غائب کی دوسری چیزیں جن پر بن دیکھنے ایمان لانا قبول اسلام کے لئے پہلی بنیادی شرط ہے ان کی حقیقت کیا ہے (مثلا" فرشتے' الہامی کتابیں' رسول' قیامت اور بعث بعد الموت) اور آخری مقصود و موضوع اس علم کا خدا کا قرب' معرفت اور مشاہدہ ہے۔ لیکن الہیات

سیکھنے سے پہلے علم النفس یا نفسیات کا سیکھنا ضروری ہوتا ہے اس لئے حضور ﷺ نے یہ بھی سکھایا۔ علم النفس کی افادیت اور عظمت و بزرگی میں الہیات سے تو کوئی مقابلہ ہی نہیں ہو سکتا البتہ مادیات کے مقابلہ میں یہ علم کہیں اعلیٰ و افضل ہے اس لئے اب کچھ بیان نفسیات یا علم النفس کا کیا جاتا ہے۔

نفسیات یا علم النفس

علم النفس کا موضوع ہے

(ا) نفس کی ماہیت اور حقیقت کا پتہ لگانا اور یہ معلوم کرنا کہ وہ جانداروں اور خصوصاً" انسانوں کے ذہن' خیال اور اعمال و افعال پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ پہلی بات اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک عالم نفس تک سلوک مکمل طور پر طے نہ ہو جائے۔ البتہ دوسری بات مشاہدہ اور تجربہ سے بہ آسانی معلوم کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ نفس کے تمام معمول جن پر وہ اثر انداز ہوتا ہے مادی ہوتے ہیں اور ہم کو اس کے تمام تاثرات آنکھوں سے نظر آتے اور حواس سے محسوس ہو سکتے ہیں۔

بہر حال جہاں تک ممکن ہے میں کچھ نہ کچھ سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں جن لوگوں نے سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم پر پورے ذوق و شوق سے باقاعدہ اور متواتر عمل کیا ہے۔ جن کے دل میں عشق الہی کی حرارت اور سوز پیدا ہو چکا ہے۔ جن میں دوسروں کو توجہ دینے اور وصول کرنے کی استعداد پیدا ہو گئی ہے جو توجہ کی لطافت و ثقالت سے واقف ہو گئے ہیں اور جن کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ توجہ کن کن مختلف حالات میں کیا کیا اثر کرتی ہے اور اس کی طاقت اور وساطت سے کیسے کیسے ناممکن اور حیران کن نتیجے ظہور پذیر ہو سکتے ہیں وہ اس مضمون کو زیادہ اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔

نفس میں صرف ایک صفت ہے اور وہ ہے خواہش یا یوں کہو کہ نفس نام ہی خواہش کا ہے۔ نفس میں چار خواہشات بنیادی ہیں بھوک' پیاس' سردی' گرمی سے بچاؤ اور جنسی اشتہا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی خواہشات ہیں لیکن وہ سب ذیلی یا اضافی ہیں۔ اب آپ غور کریں تو معلوم ہو گا کہ دنیا کی تمام رونق' چہل پہل اور گہما گہمی بلکہ خود زندگی انہی خواہشات کی وجہ سے ہے اس لئے جن مذاہب میں خواہشات کو بالکل فنا کر دینے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مثلاً" بدھ اور ہندومت ہیں وہ اصولاً" غلط ہے۔ میں نے خود عملی طور پر اس کا تجربہ کیا ہے۔

اگرچہ میں نماز بھی پڑھتا تھا' ذکر بھی کرتا تھا لیکن تین چار سال میں خدا سے کوئی تعلق ہی باقی نہ رہا اور دل کچے گوشت کا ایک لوتھڑا رہ گیا' آپ خود سوچیں کہ اللہ سے ہمارا رابطہ تو صرف اسی وجہ سے ہے کہ ہم اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں سزا نہ دیدے اور اس سے امیدیں رکھتے اور دعائیں مانگتے ہیں کہ یارب ہم کو یہ دے وہ دے۔ اس تکلیف کو دور کر اس مصیبت سے محفوظ رکھ' تو جب ہم کو نہ دوزخ کی پروا رہے نہ جنت کی خواہش نہ کسی رنجیدہ بات کا رنج ہو نہ خوشی کی بات کی خوشی تو پھر خدا سے کیا تعلق رہ سکتا ہے۔ جب میں نے دیکھا کہ کام تو الٹا ہو گیا نہ کوئی امنگ رہی نہ جوش و خروش نہ طلب' چلے تھے دل کو زندہ کرنے وہ تو بالکل ہی مردہ ہو گیا۔ اس وقت میں واپس لوٹا' کوشش سے خواہشیں پیدا کرتا۔ معمولی معمولی باتوں میں رنج اور خوشی کا احساس کرتا۔ الغرض خدا خدا کر کے دو ڈھائی سال میں طبیعت پھر بحال ہو گئی۔ اسلامی تصوف میں نفس کو بالکل مار دینا جائز نہیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ اپنے نفوس کو ہلاکت میں نہ ڈالو بعض لوگ خصوصاً بدھ بھکشو اور ہندو سادھو کہتے ہیں کہ جب خواہشات کو مارے تو اپنے دنیوی اور دینی فرائض کو ترک نہ کرے۔ بلکہ پہلے ہی کی طرح باقاعدہ انجام دیتا رہے تو دل مردہ نہیں ہوتا۔ میرے تجربہ میں ان کا یہ کہنا بھی بالکل غلط ہے۔ میں اس حالت میں ملازمت بھی کرتا تھا' عبادت بھی کرتا اور حقوق اللہ اور حقوق العباد پوری طرح بجالاتا تھا مگر سب بیکار گیا۔ البتہ ایک بات بظاہر درست معلوم ہوتی یعنی یہ کہ جب تم خواہشات کو مٹاؤ تو اللہ کے ملنے کی خواہش کو اور زیادہ کرتے جاؤ۔ میں نے یہ بھی کر کے دیکھا۔ حقیقت میں جو مزہ دنیا کے افکار و آلام میں پھنسے رہ کر اللہ اللہ کرنے میں آتا ہے اور جو روحانی ترقی دل شکستگی میں اور مصیبتوں کو خوشی سے برداشت کرنے میں ہوتی ہے اور جو مدارج علیا اس طرح ملتے ہیں کسی دوسری طرح ممکن ہی نہیں۔ میرا اپنا تجربہ تو یہی ہے آگے اللہ بہتر جانتا ہے کہ کونسا طریقہ بہتر ہے۔ اب آگے میں یہ بتاؤں گا کہ نفس میں کتنی بے پناہ طاقت ہے اور ہم اس سے کیسے کیسے عجیب اور ناممکن الوقوع کام لے سکتے ہیں اس وقت آپ کی سمجھ میں آجائے گا کہ واقعی نفس کو بالکل مار دینا بیوقوفی ہے۔ ہاں ہونا یہ چاہیے کہ نفس جب کوئی بری خواہش کرے تو اس کا مقابلہ کرو اور اس کی وہ خواہش ہرگز پوری نہ ہونے دو یعنی کنٹرول کی طاقت پیدا کرو اور اس کو بڑھاتے رہو۔ نفس کے ساتھ اس طرح مقابلہ کرنے سے روحانی قوت بہت بڑھتی ہے اور وہ رفتہ رفتہ اماریت سے لوامیت اور پھر ملکوتیت اختیار کر لیتا ہے۔ (بحوالہ چراغ راہ۔ خطبہ نمبر10)

محترمہ خدیجہ (آسٹریلیا)

(ڈاکٹر عبدالغنی فاروق)

سوال! براہ کرم سب سے پہلے اپنا تفصیلی تعارف کرا دیجئے۔

جواب! اسلام قبول کرنے سے پہلے میرا نام مس مارلینا گاریسا تھا۔ میرا آبائی وطن برازیل تھا مگر میرے والد ڈاکٹر آرتھرایڈورڈ گاریسا جو ایک ماہر معالج تھے' برطانوی فوج کی میڈیکل کور میں اعلیٰ افسر تھے اور برما میں تعینات تھے۔ وہیں 1929ء میں پیدا ہوئی۔ میٹرک تک تعلیم رنگون میں حاصل کی۔ پھر والد صاحب نے ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے لی اور کیلیفورنیا میں رہائش اختیار کر لی۔ وہاں انہوں نے پرائیویٹ پریکٹس شروع کر دی جو بڑی کامیابی سے چلنے لگی مگر افسوس کہ جلد ہی انہیں موت کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ اس وقت میری عمر اٹھارہ انیس برس کی تھی۔ والدہ اس صدمے سے جانبر نہ ہو سکیں اور دو تین سال کے اندر اندر وہ بھی وفات پا گئیں۔

میں دنیا میں یک و تنہا رہ گئی۔ میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔ بہن بھائی کوئی نہ تھا۔ تاہم میں نے ہمت نہ ہاری۔ میں ہمیشہ ایک اچھی سٹوڈنٹ تھی۔ والد مجھے ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے' چنانچہ میں نے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور یونیورسٹی آف میڈیسن کے لئے کیلیفورنیا سے گریجوایشن کر لی۔ لکھنے پڑھنے کا شوق بھی تھا۔ اس لئے مختلف اخبارات میں وقائع نگاری اور مضمون نویسی کا سلسلہ بھی شروع کر دیا اور پرائیویٹ پریکٹس کے ساتھ ساتھ شراب' تمباکو نوشی اور دیگر منشیات کے خلاف لیکچر بھی دینے لگی۔ ان لیکچروں کے سلسلے میں مجھے امریکہ اور یورپ کے مختلف ملکوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دنیا بھر کی سیاحت کی۔ حتیٰ کہ بالآخر میں نے آسٹریلیا کے شہر سڈنی میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ وہیں کلینک بنا لیا اور فری لانسر صحافی کا مشغلہ بھی جاری رہا۔ اس سے مجھے اچھی خاصی آمدنی ہو جاتی ہے۔

سوال! اسلام سے آپ کب اور کیسے متعارف ہوئیں؟

جواب! میرا آبائی مذہب عیسائیت ہے۔ میں کیتھولک فرقے سے تعلق رکھتی تھی۔ مگر یہ

بات ہے کہ اس مذہب نے مجھے کبھی متاثر نہ کیا۔ ذہن میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہوتے تھے اور میں پادریوں اور دیگر متعلقہ لوگوں سے بحث بھی کرتی تھی مگر کہیں سے کوئی تسلی بخش جواب نہ ملتا تھا۔ مثال کے طور پر تثلیث کا عقیدہ اتنا مہمل اور مضحکہ خیز ہے کہ کوئی باہوش انسان اسے قبول نہیں کر سکتا۔

اس کے ساتھ یہ بھی بتاتی چلوں کہ میرے ضمیر نے مجھے شراب نوشی اور عیش پرستی سے دور رکھا ہے۔ میں نے کبھی گوشت نہیں کھایا' کافی تک نہیں پی۔ سبزیوں اور پھلوں کے جوس پر گزارہ کرتی رہی ہوں۔ میرا وجدان کہتا تھا کہ جو انداز یورپ نے اختیار کر رکھا ہے' یہ خلاف فطرت ہے۔

چنانچہ تلاش حق کی خاطر میں نے دیگر مذاہب کا مطالعہ شروع کیا مثلاً "جوڈازم' کنفیوشسزم اور ہندومت' مگر کسی سے بھی میری تسکین نہ ہوئی۔ اس ضمن میں' میں نے اسلام کے بارے میں بھی کچھ کتابوں کا مطالعہ کیا' اس کے اچھے اصولوں سے میں متاثر تو ہوئی مگر تصویر واضح نہ ہوئی۔ شاید اس لئے کہ ان کتابوں کے مصنف یورپ کے متعصب عیسائی تھے۔ اس لئے میں اپنے دل میں اسلام کے بارے میں نرم گوشہ رکھنے کے باوجود اس سے دور رہی۔ اسی حالت میں ایک عرصہ گزر گیا۔

یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں نے محترمہ مریم جمیلہ کی کتب کا مطالعہ کیا اور پھر جب 1960ء کے لگ بھگ صحافیوں کے ایک وفد کے ساتھ پاکستان آئی اور مریم جمیلہ سے ملی تو میں ان کی سادگی اور شخصیت سے بہت متاثر ہوئی۔ انہوں نے ایک ایسے شخص سے شادی کی جو پہلے ہی شادی شدہ تھا اور اس کے بچے بھی تھے۔ وہ اپنی ضعیف العمر ساس کی خوب خدمت کرتیں اور خاموشی اور وقار سے خدمت دین میں مصروف رہتی ہیں۔ مریم جمیلہ نے مجھے مولانا مودودیؒ سے بھی متعارف کرایا اور ان کی ایک کتاب "ٹووارڈز انڈر سٹینڈنگ اسلام" پڑھنے کو دی۔ اس کتاب سے مجھے اسلام کا بھرپور تعارف حاصل ہوا۔ میں نے اندازہ کر لیا کہ اسلام ایک وسیع اور فطری مذہب ہے۔ توحید کائنات کی سب سے بڑی سچائی ہے اور نظر آنے والی ہر چیز خدا کی واحدنیت پر شاہد عادل ہے۔ آسٹریلیا واپس جا کر میں اپنے آپ کو قبول اسلام کے لئے تیار کرنے لگی۔ مگر بدقسمتی سے ایک روز ایک حادثہ رونما ہوا۔ میں گر پڑی اور ٹخنے کے قریب سے میری ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ میں ایک

عرصے تک ہسپتال کے بستر پر پڑی رہی۔ اس عالم میں صرف خدا کی یاد اور دعا ہی ایک سہارا تھا جس نے مجھے دوبارہ صحت یاب کیا۔ میں دوسری مرتبہ پاکستان آئی۔ مریم جمیلہ سے ملی، قبول اسلام کی خواہش ظاہر کی اور انہیں کے مشورے پر منصورہ آکر میاں طفیل محمد صاحب کی وساطت سے اس مقدس اور عظیم نعمت سے سرفراز ہوئی ہوں۔ اس سعادت پر میں اللہ کا جس قدر بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

سوال! آپ کے اس فیصلے کا آپ کے خاندان اور سوسائٹی پر کیا رد عمل ہو گا؟

جواب! جیسا کہ میں بتا چکی ہوں کہ میرا خاندان نہیں۔ میں نے شادی نہیں کی اور اس کا سبب یہ تھا کہ یورپ کے معاشرے میں مرد عورت سے خلوص کا رشتہ ہرگز نہیں رکھتے۔ وہ عورت کو کھلونا اور تفریح اور عیش پرستی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور مجھے ان کی ان حرکتوں سے ہمیشہ بیزاری رہی ہے۔ مجھے کوئی مخلص اور انسانی قدروں کا حامل مرد نظر ہی نہیں آیا، اس لئے میں شادی نہیں کر سکی۔

بہر حال جہاں تک عام ملنے والوں اور سوسائٹی کا تعلق ہے تو میں جانتی ہوں کہ ان کا رد عمل خوشگوار نہیں ہو گا۔ وہ ناک بھوں چڑھائیں گے، مضحکہ اڑائیں گے مگر مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ یوں بھی اب میں آسٹریلیا میں نہیں رہنا چاہتی۔ واپس جا کر فلیٹ بیچوں گی، مصروفیات کو سمیٹوں گی اور پاکستان یا سعودیہ چلی جاؤں گی۔ میری خواہش ہے کہ میری باقی ماندہ زندگی مدینہ میں گزرے یا لاہور میں۔ میں مکہ معظمہ جا کر حج کرنے کا بھی فوری ارادہ رکھتی ہوں۔ یوں بھی شاید آپ جانتے ہوں کہ آسٹریلیا کی معاشرتی زندگی میں عام یورپ کی طرح سکون اور چین نام کی کوئی چیز نہیں ملتی۔ چوری، قذاقی اور جرائم کی بھرمار ہے۔ بچے، بوڑھے، عورتیں منشیات کے عادی ہیں۔ جنسی بے راہ روی آخری حدوں کو پھاند چکی ہے اور معمولی بات پر مکان جلا دیئے جاتے ہیں چنانچہ کچھ بعید نہیں کہ میں واپس جاؤں تو اپنا فلیٹ جلا ہوا دیکھوں۔ سڈنی میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد فائر بریگیڈ کی موٹریں شور مچاتی، بھاگتی دکھائی دیتی ہیں اور یہ وہاں کی زندگی کا المناک معمول بن گیا ہے۔

سوال۔ آپ کے خیال میں تبلیغ اسلام کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

جواب۔ صرف ایک اور وہ یہ کہ مسلمان اپنے کردار اور عملی زندگی کو اسلام کے سانچے میں

ڈھال لیں۔ یورپ کا انسان اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ اس کے مذہب میں اتنی سکت نہیں کہ اس کی رہنمائی کر سکے۔ اس کی تہذیب نے پوری زندگی کو جہنم میں بدل دیا ہے۔ اس کی روح پیاسی ہے اور یہ پیاس صرف اسلام اور صرف اسلام ہی بجھا سکتا ہے مگر افسوس کہ عام مسلمان اسلامی زندگی سے دور ہو گئے ہیں چنانچہ جب یورپ کا تعلیم یافتہ انسان اسلام کے بارے میں پڑھتا ہے تو وہ اس کی حقانیت کا قائل ہو جاتا ہے مگر جب عالم اسلام کی ناگفتہ بہ صورت حال کو دیکھتا ہے تو وہ پریشان اور مایوس ہو کر اسلام سے دور رہتا ہے۔ اس کی تلافی اس طرح ہو سکتی ہے کہ مسلمان اسلام کو صحیح معنوں میں عملی طور پر اختیار کریں۔ تب پورا یورپ امریکہ و آسٹریلیا اور جاپان سمیت اسلام کی آغوش میں آ رہے گا۔

سوال۔ کوئی ایسی اسلامی شخصیت جس نے آپ کو بہت متاثر کیا ہو؟

جواب۔ جی ہاں! میں محترمہ مریم جمیلہ سے بے حد متاثر ہوئی ہوں۔ انہوں نے اپنی قدیم خاندانی ملکی روایات کو ترک کر کے مکمل اسلامی انداز اپنا لیا ہے۔ وہ بہت ہی سادہ خاموش زندگی بسر کرتی ہیں۔ خاوند اور ان کی نوے سالہ بوڑھی والدہ کی خدمت کرتی ہیں۔ بچوں کو شفقت و محبت سے پرورش کرتی ہیں اور ملنے والوں سے بہت ہی تپاک سے پیش آتی ہیں اور سب سے بڑھ کر انہوں نے ایسی گرانقدر کتابیں لکھی ہیں' جنہوں نے ایک طرف مغربی تہذیب کا ملمع اتار پھینکا ہے اور دوسری جانب اسلام کی حقانیت واضح اور روشن کر دی ہے۔ میں دیکھ کر حیران ہوئی ہوں کہ محترمہ مریم جمیلہ ٹی وی نہیں دیکھتیں۔ میک اپ اور آرائش کے سامان کی پرواہ نہیں کرتیں۔ تعیشات سے بے نیاز ہیں۔ میں نے اس خاتون کو عظمت کی انتہائی بلندیوں پر دیکھا ہے اور انہی کی کتابوں اور شخصیت سے متاثر ہو کر اسلام کے حلقے میں آئی ہوں۔ میں اس عظیم عورت کی شکر گزار ہوں اور اسے سلام کرتی ہوں۔

سوال۔ مولانا مودودی کے بارے میں آپ کے تاثرات کیا ہیں؟

جواب۔ میرے دل میں مولانا کا بے حد احترام ہے۔ میں نے قبول اسلام سے پہلے ان کی کتابیں بھی پڑھی تھیں اور اسلام کی صحیح تصویر انہی کی تحریروں سے واضح ہوئی تھی۔ میری مخلصانہ رائے ہے کہ مولانا نے اسلام کی غیر معمولی خدمت انجام دی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ

دنیا بھر میں ان کے احترام میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات میں اضافہ کرے اور ان کے مشن کو کامیابی عطا کرے۔

سوال۔ کوئی پیغام جو آپ پاکستانی مسلمانوں کو دینا چاہتی ہیں؟ خصوصاً خواتین کو

جواب۔ میں اپنی مسلمان خواتین بہنوں تک یہ پیغام پہنچانا چاہتی ہوں کہ وہ اسلام کے نظام عدل کو اختیار کریں اور جو طریق زندگی پیغمبر اسلام نے وضع کیا ہے، وہی اختیار کریں۔ میں نے شلوار قمیض، چادر اور برقعے سے بڑھ کر اچھا لباس خواتین کے لئے کوئی نہیں دیکھا۔ اسی سے خواتین کی عزت ہے اور یہی چیز معاشرے کو مختلف قباحتوں سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ میں ان تک یہ بات پہنچانا چاہتی ہوں کہ یورپ میں عورتوں کا لباس انتہائی لچر اور توہین آمیز ہوتا ہے۔ خدا کے لئے ان کی نقالی سے بچیں اور پردے کا وہ انداز اختیار کریں جس کی تلقین اسلام نے کی ہے۔

وضاحت .... محترمہ مس خدیجہ کے بارے میں یہ امر خاصا ایمان پرور ہے کہ اس پر فالج کا حملہ ہوا تو اسے نیم بے ہوشی کی حالت میں "یو سی ایچ" میں داخل کرایا گیا، تین چار روز کے بعد اسے ہوش آیا اور پتہ چلا کہ وہ یونائیٹڈ کرسچین ہسپتال کے بستر پر پڑی ہے تو سخت پریشان اور برہم ہوئی۔ بار بار کہتی تھی کہ مرجاؤں گی، مگر کسی عیسائی کے ہاتھ سے دوائی نہیں کھاؤں گی۔ وہ کرب سے کہتی تھی، کیا میں نے عیسائیت ترک کر کے اس لئے اسلام قبول کیا ہے کہ مجھے عیسائیوں کے ہسپتال میں موت آئے۔ اس نے بے حد اصرار کیا کہ مجھے جلد از جلد اس ہسپتال سے نکالا جائے۔

دوسرے ہسپتال میں منتقل کیا گیا جہاں وہ 29 ستمبر 1981ء کو خالق حقیقی سے جا ملی۔ اسی شام منصورہ میں میاں طفیل محمد ہی نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور عقیدت و احترام سے قریبی قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ یوں اس کی یہ خواہش عجیب و غریب طریقے سے پوری ہو گئی کہ وہ آسٹریلیا چھوڑ کر مستقلاً پاکستان میں مقیم ہونا چاہتی ہے۔

حسین ابن منصور حلاجؒ

(حصہ دوم و آخری)

(ایم محمد اکرم)

حسین تستر سے نکلا اور کافی دیر پیدل چلتا گیا۔ آخر ایک جگہ تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ سوئے اتفاق ایک قافلے کا پاس سے گزر ہوا۔ وہ نسطوری عیسائیوں کا قافلہ تھا اور بصرہ جا رہے تھے۔ حسین اجازت لے کر اس قافلے کے ساتھ ہو لیا۔ اور آخر بغداد پہنچ گیا۔ حسین بغداد پہنچ کر بہت خوش ہوا کہ یہ علم و ادب کا بہت بڑا مرکز ہے۔

حسین بغداد کے بہت بڑے شیخ عثمان مکی کی خانقاہ میں پہنچا اور ان کے درس میں شرکت کرنے لگا۔ عثمان مکیؒ حسین پر بڑی مہربانی اور شفقت فرماتے۔ انہی دنوں شیخ کے ایک دوست ابو یعقوب اقطع کے ہاں اس کی شادی طے ہو گئی شادی کے بعد حسین نے اپنی بیوی کو سردست اس کے والد اقطع کے ہاں ہی رکھا کچھ عرصہ گزرا شیخ عثمان مکیؒ نے حسین کے طور طریقے دیکھے تو وہ فکر مند رہنے لگے کہ یہ نوجوان کیا کرے گا۔ انہی دنوں عثمان مکی کی اہم کتاب گنج نامہ حسین نے چرا لی۔ جس میں اسرار و رموز الٰہی تھے ان رموز میں ابلیس کا حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنا اور فرشتوں کا سجدہ کرنا' روح اور قلب کا شق ہونا' قرب الٰہی کی شرائط' افلاک کی بو قلمونی' زمین کے مخفی خزانے وغیرہ مضامین تھے۔ عثمان مکی اس کتاب کو قیمتی راز کی طرح اپنے جائے نماز کے نیچے چھپا کر رکھتے تھے۔ تاکہ کسی کی اس پر نظر نہ پڑے۔ شیخ جانتے تھے کہ اگر کوئی شخص ان اسرار و رموز سے پردہ اٹھانے کی کوشش کرے گا تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دئے جائیں گے اس کی زبان گدی سے کھینچ دی جائے گی اور اسے دار تک پہنچا دیا جائے گا۔ اس کا مردہ جسم باب الخیر پر جھولے گا۔ اس روز شیخ نے جائے نماز اٹھائی گنج نامہ غائب تھا۔ شیخ مکی سخت پریشان مضطرب ہو گئے۔ حسین بھی تین دن تک درس سے غائب رہا۔ لیکن تین دن بعد شیخ کو گنج نامہ وہیں سے مل گیا۔ جب چوتھے روز حسین خانقاہ گیا تو شیخ نے پوچھا کہاں غائب رہے۔ حسین نے کہا میں چند اشکال حل کرنے میں لگا رہا۔ کیا مطلب؟ شیخ نے کہا۔ کیا تم اشکال خود حل کر سکتے ہو۔ حسین نے آہستہ آہستہ سے سر اوپر اٹھایا اور ٹھہرے ٹھہرے لہجہ میں جواب دیا کیا روح اور دل کے شق ہونے کا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ وہ کیسے شق ہوتے ہیں؟ یہ سنتے ہی شیخ مکی کے ذہن کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ اس کا سارا جسم تھرا کر رہ گیا۔ گنج نامے کے گم ہونے اور واپس آنے کا راز بھی معلوم ہو گیا۔ شیخ کی آنکھیں شعلے اگلنے لگیں۔ شعلے حسین کی آنکھوں کے راستے اس کے دل و دماغ میں اتر رہے تھے اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

حسین وہاں سے بھاگ کر حضرت جنید بغدادیؒ کے دامن عافیت میں پناہ لینے کے لئے مدرسہ نظامیہ

پہنچ گیا۔ انہوں نے حسین کی ساری کہانی سنی تو سرزنش کی اور کہا کہ "تمہیں تو حصول حق پر بیٹھ
کر و راہ تک کی خبر نہیں۔ بہروپیا بن کر خلق خدا کو گمراہ نہ کرو۔ پہلے تزکیہ نفس کی عملی تربیت
مجاہدہ اور ریاضت کرو۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ اپنے شیخ سہل بن عبداللہ تستری کے پاس
گوشہ نشینی تمہارے لئے ضروری ہے۔ وہاں تمہیں پر سکون ماحول ملے گا۔ یہاں بغداد میں تم
جاؤ گے۔

اب حسین نے سوچا کہ وہ اپنی بیوی زینب اور بیٹے حسن کو لے کر تستر سے چلا جائے گا۔ بیٹے
پاس آنے سے باپ بھی خوش ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ تستر چلا آیا اور ذریعہ معاش کے طور پر
روئی دھننے کی دکان کھول لی۔ نماز فجر سے لیکر غروب تک روئی دھنتے اور چراغ جلے دکان کھلی چھوڑ کر
شیخ کے پاس درگاہ چلے جاتے۔ سہل تستری اپنے حجرے میں حاجت مندوں کو اذن باریابی دیتے اور
میں درس تدریس میں مصروف رہتے اور حسین دور بیٹھا رہتا۔ اس پر استغراق' عالم بے خودی اور
چھایا رہتا۔ وہ خود کو فنانی اللہ کر رہا تھا۔

روئی دھننے کا پیشہ اختیار کرنے کی وجہ سے حسین حلاج کہلائے۔ تستر میں اس کے متعلق طرح طرح
کی باتیں پھیلنے لگی تھیں۔ لوگ ان کو بہت بڑا ولی اللہ اور ایک بزرگ ہستی سمجھتے تھے۔ ان کی کئی کرامتیں
مشہور ہو چکی تھیں۔ حسین جس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا اس کا کام بن جاتا۔ بیمار کو چھو لیتا تو اس کو شفا
جاتی۔ لوگ ان کے پاس دعا کرانے اور نقش لکھوانے آتے تھے۔ بے موسمے پھل حاضر کر دینا اس کی
کرامت تھی۔ یار لوگ جب جی چاہتا اس کی بیٹھک میں چلے جاتے اور بے موسمے پھلوں کی فرمائش
کرتے۔ تو حسین نظر اٹھا کر اوپر دیکھتے تو اوپر سے بے موسمے پھلوں کی بارش شروع ہو جاتی مثلاً سردیوں
میں انگور یا آم گرتے۔ یار لوگ خوب مزے لے لے کر کھاتے وہ بہت کم گو تھے۔ ان کی خاموشی اور
استغراق کی وجہ سے لوگ بہت مرعوب رہتے تھے۔ خود اس کے اپنے کام میں بڑی برکت تھی۔ تین
کاریگروں کے برابر اکیلے روئی دھن لیتا تھا۔ اس کی دھنی ہوئی روئی نہایت نرم اور نفیس ہوتی اس کے
علاوہ اس کی روئی سے ایک خاص قسم کی خوشبو آتی تھی۔ اس کا والد اسے ملنے کے لئے یہاں آیا تو اس کے
کام کاج اور طور طریقے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ دکان کھلی چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ کسی کی کیا مجال ایک تنکا
ادھر ادھر ہو جائے۔ لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس کا باپ اس کو لینے کے لئے یہاں آیا ہے۔ پہلے تو لوگوں نے
منصور کی بڑی خاطر مدارت کی اور خوب کھلایا پلایا پھر اس سے التجا کی کہ حسین کو یہاں سے نہ لے جائے
اس کا وجود ہمارے لئے خیر و برکت ہے۔ کئی دکانداروں نے بتایا کہ اس کی وجہ سے ہماری آمدنی بڑھ گئی

ہے۔ بچے اس سے بہت مانوس ہیں انہوں نے شرارتیں کرنا چھوڑ دی ہیں۔

منصور نے ان تمام باتوں سے بے نیاز ہو کر حسین کو اپنی بستی بیضا لے جانے کے لئے اصرار کر رہا تھا اور اس کے دل میں بیوی خصوصاً" بیٹے حسن کی یاد جگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بیٹا حسن اب بڑا ہو رہا ہے۔ اسے اب تمہاری شفقت اور تربیت کی ضرورت ہے۔ اس لئے تم بستی چلو اور وہاں جا کر کوئی آسان کام اختیار کر لو یہاں اتنا سخت کام کرتے ہو۔ حسین پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے یہ عذر پیش کیا کہ وہاں اس کے مرشد سہل بن عبداللہ نہیں ہونگے۔ اس کے بعد منصور، حسین سے مایوس ہو کر اس کے شیخ کے پاس گئے تاکہ وہ دعا بھی کریں اور اس کو بستی جانے کے لئے آمادہ بھی کریں، منصور نے اپنا مدعا شیخ سے بیان کیا۔ شیخ فرمانے لگے کہ مجھ تک اس کی طرح طرح کی باتیں پہنچ رہی ہیں۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ گمراہ ہو رہا ہے۔ یہ سب شعبدے ہیں جنہیں لوگ اس کے کمالات سمجھ رہے ہیں اسے ابھی تربیت نفس کی ضرورت ہے۔ اس نے اگر خود کو نہ سنبھالا تو یہ کسی کا نہ رہے گا۔ اس نے کیا کیا؟ منصور نے پوچھا، شیخ فرمانے لگے وہ کہتا ہے کہ مجھے سیر سما کا شوق ہے۔ شیخ بولے میں نے کہا پہلے زمین پر مظاہر حق سے روح کو بالیدہ کرے حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول سے اپنے قلب کو منور کرے۔ لیکن حسین نے کوئی جواب نہ دیا۔ منصور سر جھکائے اٹھا سلام کیا حجرے سے نکلا اسی روز بجھا بجھا سا دل لے کر واپس بیضا چلا گیا۔ اس کے بعد کافی عرصہ گزر گیا حسین ایک قافلے کے ساتھ حج کرنے گیا۔ مکہ اور مدینہ پہنچا خانہ خدا اور روضہ رسول کی زیارت سے قلب و نظر کو روشن کیا پھر واپس صحرانوردی کرتا ہوا بغداد پہنچا۔ ادھر منصور، حسین کو تلاش کرتا ہوا بغداد گیا اور اپنے سمدھی ابن یعقوب اقطع کے ہاں پہنچ گیا۔ حسین بھی وہیں سسرال کے ہاں آ گیا۔ سسر اور والد دونوں نے مل کر حسین کو سمجھانا شروع کیا کہ حسین اپنے بیوی بچوں کے پاس بیضا جانے کے لئے مان جائے لیکن حسین نے کہا پہلے وہ حج کے لئے جائے گا اور روضہ رسول پر حاضری دیگا۔ پھر کسی اور طرف کا رخ کرے گا۔ منصور کو بیٹے کی خوشنودی مطلوب تھی۔ وہ اسے لے کر ایک قافلے میں شامل ہو گیا۔ قافلے میں بھی حسین سب کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ قافلے والے اس سے طالب دعا ہوتے اور مرض سے شفا چاہتے۔ وہ بھی ان کی دل جوئی کرتا۔ نقش لکھ کر دیتا وہ سب سے الگ تھلگ رہتا۔ لوگ اسے مجذوب کہتے تھے۔ اکثر مراقبے میں رہتا اور بہت کم کھاتا پیتا۔

دشت نجد کے وسط میں پہنچ کر قافلے نے آخری پڑاؤ کیا۔ اگلی منزل مدینہ منورہ تھی۔ جب قافلہ روانہ ہوا تو حسین نے آگے جانے سے انکار کر دیا۔ منصور نے اور قافلے والوں نے آگے چلنے کے لئے اصرار کیا۔ آخر حسین نے وجہ بتائی کہ یہاں سے آگے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ قافلے والوں نے پوچھا

کہ کسی کی اجازت نہیں ہے۔ حسین خاموش رہا۔ منصور جانتا تھا کہ میرا بیٹا نہ ضدی ہے' نہ ہٹ دھرم بلکہ کسی غیر مرئی اور ماورائی طاقت کے زیر اثر ہے۔ اس لئے وہ چشم پر نم لخت جگر کو ویرانے میں چھوڑ کر قافلے کے ساتھ آگے بڑھا قافلہ صحرا میں کسی نخلستان کی تلاش میں تھا کہ قزاق مسلح لٹیروں نے دھاوا بول دیا۔ انہوں نے مسافروں کا سارا سامان لوٹ لیا۔ تمام مردوں اور عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیا۔ ان مقتولین میں حسین کا باپ منصور بھی تھا۔ لیکن حسین کو اپنے یتیم ہونے کا علم نہ ہوا۔ اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس کی بیوی زینب اس کے فراق میں گھل گھل کر موت کی آغوش میں جا چکی ہے۔ بیٹا حسن جوان ہو کر اپنے دادا کا کاروبار سنبھال چکا ہے اور ریشم کے بڑے تاجروں میں شمار ہوتا ہے۔ حسین ویرانے سے نکلا قریب ایک بستی میں چلا گیا۔ اس کی ہیئت پہلے سے بھی بدتر ہو چکی تھی پھٹا دامن' گریباں چاک' بال بکھرے ہوئے' ڈاڑھی بے تحاشہ بڑھی ہوئی عجیب دیوانہ بنا ہوا تھا۔ نوجوانوں کی ایک ٹولی اس کے قریب سے گزری ایک نے بڑھ کر پوچھا تم کون ہو؟ حسین کے منہ سے بے ساختہ نکلا انا الحق (میں خدا ہوں) نوجوان قہقہے لگانے لگے۔ خدا ایسا نحیف و نزار اور اتنا غلیظ ہو سکتا ہے۔ کچھ اور بچے بھی اس کے گرد جمع ہو گئے۔ بچے شور مچانے لگے پھر کہو' پھر کہو حسین پھر بولا انا الحق۔ ایک باریش شخص وہاں سے گزرتے ہوئے رک گئے۔ اس نے استغفار پڑھا اور بولا تم زبان سے کلمہ کفر نکال رہے ہو دیوانے توبہ' استغفار کرو۔ رب العالمین سے گڑگڑا کر معافی مانگو۔ حسین وجد میں آ کر رقص کناں ہوا بچے تالیاں بجانے لگے نوجوان قہقہے لگانے لگے۔ راہ گیر افسوس کرنے لگا۔ ایک نے پوچھا یہ تم نے اپنے آپ کو کیوں تماشہ بنا رکھا ہے۔ فنا فی اللہ' روح اللہ' حسین نے حضرت شبلیؒ کے الفاظ میں جواب دیا۔

حسین ایک قافلے کے ساتھ مل کر پھر بغداد پہنچ گیا وہ پہلے سے بھی زیادہ بے خودی اور سرمستی میں نظر آتا تھا۔ وہ آسمان کی طرف دیکھتا رہتا اور منہ ہی منہ میں کچھ کہتا رہتا۔ کچھ لوگوں نے اسے پہچان لیا اور حسب سابق اسی سے طالب دعا ہوتے۔ لوگوں نے حسین کو قلم اور کاغذ بھی مہیا کر دیا اور اس سے نقش لکھواتے۔ حسین کچھ تحریریں اور عبارتیں بھی لکھتا۔ جو عام فہم سے بالا تر ہوتیں۔ ان میں ربط نہ ہوتا۔ ایسی گنجلک تحریریں لوگوں کی سمجھ میں نہ آتیں۔ لوگوں نے اسے لب کشائی پر مجبور کر دیا۔ مختلف سوالات سے اسے پریشان کر دیا تو وہ بول پڑا "انا الحق"۔۔۔ "انا الحق" اس کی زبان سے یہ سن کر بہت سے لوگ اس سے خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ وہ شرک کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ لوگوں کو اس پر غصہ بھی آتا اور ترس بھی تاہم بیشتر لوگوں کو اس سے عقیدت مندی ضرور تھی۔ بیمار' پریشان حال' مقروض' بے اولاد بڑی نیاز مندی سے اس سے طالب دعا ہوتے اور دعوے کرتے کہ ان کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ یہ

ہوش و خرد سے بیگانہ مجذوب درویش ایک اللہ والا ہے۔ داعی بر حق ہے 'فوق البشر ہے' خلیفہ وقت کا وزیر حامد پہلے ہی اس کا سخت دشمن بنا ہوا تھا۔ اب جب کہ اس نے حسین کے متعلق لوگوں کی رائے سنی تو وہ آگ بگولا ہو گیا۔ وہ اب کسی ایسے موقعے اور ثبوت کی تلاش میں تھا کہ حسین کو گرفتار کرے اور اسے قتل کرادے۔

یہ ایک سازش تھی یا حقیقت کہ محلہ جا لیہ کی ایک عورت کے قبضہ سے کاغذات اور چکنے چرم کے کچھ ٹکڑے برآمد ہوئے جو خراسان سے حسین کے نام بھیجے گئے تھے۔ ان پر ایسی تحریریں تھیں۔ جن سے ظہور مہدی کے دعوے کی بو آتی تھی اور سرکشی اور بغاوت کی سند ملتی تھی وہ تمام تحریریں حکومت وقت نے قبضہ میں لے کر محتسب 'نصر حاجب کے پاس پہنچادیں جب تفتیش شروع ہوئی تو شہر کے کچھ اور لوگوں کے پاس سے ایسے کاغذ کے ٹکڑے ملے جن میں حسین نے نقش یا عبارتیں لکھیں تھیں۔ خراسان سے موصول ہونے والی تحریروں کا ان سے موازنہ کیا گیا تو ان میں ربط ملا۔ بس ثابت ہو گیا کہ حسین ابن منصور ایک طرف خدائی کا دعوے دار ہے اور دوسری طرف ظہور مہدی کے داعیوں کا کارندہ ہے چنانچہ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اب خلیفہ کے معتمد وزیر حامد اور محتسب دونوں نے مل کر یہ سکیم تیار کرلی کہ ہر صورت میں حسین ابن منصور کو ٹھکانے لگایا جائے۔

حسین کے قتل کا فتویٰ حاصل کرنے کے لئے حامد خود چل کر مدرسہ نظامیہ گیا اور شیخ الشیوخ حضرت جنید کے سامنے حاضر ہوا۔ انہوں نے استدلال سے کام لیا کہ حسین مجذوب اور اپنے آپ سے بیگانہ ہے اس کا دعویٰ بے خودی کی علامت ہے۔ عبادات میں غلو اور سوچ بچار سے اس کا ذہن بھٹک گیا ہے۔ ایسے انسان کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اس کی گردن زنی مناسب نہیں۔ شیخ کی باتوں سے حامد بہت جزبز ہوا۔ لیکن وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ وہ خاموشی سے لوٹ گیا۔ اس نے وہ ساری تحریریں اپنے قبضہ میں لے لیں جو حسین سے منسوب تھیں اور کارندوں کو شہر میں پھیلا کر گواہوں کو تیار کروایا جن کے سامنے حسین انا الحق کا نعرہ بلند کرتا تھا۔ پھر حامد نے قاضی القضاۃ ابو عمر کو اپنے محل میں مدعو کیا اس کی خوب خاطر تواضع کی اور اس کے سامنے حسین کا مقدمہ پیش کیا ابو عمر نے فیصلہ کن جواب دینے کے لئے مہلت طلب کی اور ساری تحریریں اپنے ساتھ لے کر گھر گیا۔ اس نے تحریروں کا بغور مطالعہ کیا۔ لیکن وہ اپنے طور پر حتمی فیصلہ نہ کر سکا اس نے مشاورت کے لئے علماء اور شیوخ کو یک جا کیا اس مجلس میں حضرت جنیدؒ یا مدرسہ نظامیہ کا کوئی اور استاد بھی شامل نہیں تھا۔

حسین کو پابجولاں لایا گیا۔ اس کے مدقوق سے چہرے پر ندامت یا شکست کے کوئی آثار نہیں تھے۔

بلکہ مسکراتے ہوئے اور باوقار چہرے کے ساتھ حاضر ہوا حسب معمول گردوپیش سے بے نیاز تھا۔ ابو عمر نے اسے تحریریں دکھائیں اور سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ حسین نے اپنی تحریروں سے انکار نہیں کیا لیکن اپنے نام آنے والی تحریروں سے لاعلمی ظاہر کی۔ گواہ پیش کئے گئے اور انہوں نے تصدیق کی کہ حسین انا الحق کے نعرے لگاتا ہے اپنے وجود کو ذات باری تعالیٰ سے منسوب کرتا ہے۔ ربوبیت میں خود کو شامل کرتا ہے۔ شریعت کی نفی کرتا ہے لیکن متقی اور عبادت گزار ہے ناقابل یقین کرشمہ دکھاتا ہے۔ البتہ ظہور مہدی کا داعی نہیں ہے۔

حسین کی تحریروں اور زبانی دعووں کی روشنی میں قاضی ابو جعفر بن بہلول، ابو الحسین الاشنانی، شیخ الجریری اور دوسرے مشائخ مبلغین اور مفسرین نے سزا کا مستحق ٹھہرایا اور حامد نے قاضی القضاۃ ابو عمر سے قتل کا فتویٰ طلب کیا۔ بڑی ردو قدح کے بعد اس نے فتویٰ لکھ کر طوعا" و کرہا" اس پر اپنی مہر ثبت کر دی۔ اس میں شبلی اور عطار کے سوا سب نے دستخط کر دیئے۔

حسین کو دار کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ تو ایک خلقت جمع ہو گئی۔ عقیدت مند اب بھی اس سے دعائیں طلب کر رہے تھے۔ بے شمار لوگ گریہ زاری کر رہے تھے وہ قاضیوں اور مشائخ کے فیصلے سے متفق نہ تھے۔ لیکن حامد قاضی القضاۃ سے فتویٰ حاصل کر چکا تھا۔

فیصلے کے مطابق پہلے حسین کو کوڑے مارے گئے۔ حبشی جلاد پوری طاقت سے کوڑے برساتا رہا۔ لیکن حسین کے منہ سے ایک بار بھی اف تک نہ نکلی۔ پھر جلاد نے اس کے ٹخنوں کے نچلے حصے کاٹ دیئے۔ تب بھی اس کے چہرے پر کرب کے آثار نمودار نہ ہوئے۔ بلکہ اس نے چلو بھر خون لے کر اپنے چہرے پر مل لیا۔ یہ دیکھ کر بہت سے مرد اور خواتین بے ہوش ہو گئے۔ لیکن حسین مثل کوہ استقامت سے کھڑا رہا۔ جب جلاد اس کی گردن مارنے کے لئے تیار ہوا تو اس نے بلند آواز سے نعرہ لگایا "انا الحق" یہ اس کی آخری آواز تھی۔

انا الحق جز مقام کبریا نیست
سزائے او چلیپا ہست یا نیست
اگر فردے بگوید سرزنش ہے
اگر قومے بگوید ناروا نیست

پریشر اور تکنیک

(ایم ایچ خان)

ہمارا جسم دنیا کا سب سے بڑا عجوبہ ہے۔ یہ جسم بہترین قسم کا خوکار' نازک لیکن انتہائی مضبوط مشینوں سے مزین ہے۔ دل اور پھیپھڑے کبھی نہ رکنے والے پمپ ہیں۔ آنکھیں حیران کن کیمرہ ہیں اور پروجیکٹر بھی۔ کان ایک عجیب قسم کا آلہ ہیں۔ پیٹ کو ہم ایک حیرت انگیز قسم کی لیبارٹری کہہ سکتے ہیں۔ اعصاب میلوں تک پھیلے ہوئے ذرائع پیغام رسانی ہیں اور دماغ بے انتہا اہلیتوں کا حامل ایک کمپیوٹر ہے۔ پھر سب سے بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ ان تمام مشینوں کے درمیان ایک پراسرار رابطہ ہے اور اسی ربط و تعاون کی وجہ سے ہمارا جسم سو سال سے بھی زیادہ عرصہ تک فعال رہ سکتا ہے۔ ہم ایک سو سال تک باآسانی زندہ رہ سکتے ہیں۔ کسی بھی اچھی مشین کی تشکیل کچھ اس طرح کی جاتی ہے کہ کسی بھی خطرہ کے موقع پر خود بخود بند ہو جاتی ہے مثلاً" ریفریجریٹر اور پانی کا گیزر وغیرہ۔ ایسا ہی ایک نظام ہمارے جسم میں موجود ہے اور اس میں ہمیں تعجب نہیں کرنا چاہئے یہ سچ ہے کہ ہمارے جسم کی بناوٹ نہایت پیچیدہ ہے لیکن اس کی حفاظت نہایت ہی آسان ہے۔ فطرت نے اس مشین میں پیدا ہونے والے خرابی دور کرنے اور اسے حفاظت صحیح حالت میں رکھنے کا ایک خودکار نظام ہمارے جسم میں ہی رکھا ہے۔

ایکو پریشر کا طریقہ علاج برصغیر ہندو پاک میں آج سے پانچ ہزار سال قبل مروج تھا لیکن بدقسمتی سے اس کی قدر نہ کی گئی۔ پھر یہ طریقہ سری لنکا پہنچا اور وہاں ایکو پنکچر کے طور پر رائج ہوا۔ وہاں سے بدھ سادھو اسے لیکر چین اور جاپان پہنچے جہاں اس کی بڑے پیمانے پر اشاعت ہوئی۔ آج صورت حال یہ ہے کہ چین ساری دنیا کو ایکو پنکچر طریقہ علاج سکھا رہا ہے۔ سولہویں صدی عیسوی تک ریڈ انڈین باشندے ایکو پریشر کے ذریعے پیروں کے تلووں کے پوائنٹ پر دباؤ ڈال کر بیماریوں کا علاج کرتے تھے۔ پھر بیسویں صدی کے دوران امریکہ میں اس موضوع پر ریسرچ کی گئی اور اسے باقاعدہ طریقہ علاج Therapy کی حیثیت سے ترقی دی گئی۔ آج بہت سے ایم ڈی ڈاکٹر اور نیچرل تھراپی کے ماہرین اس سے استفادہ کر رہے ہیں اور اب تو عالم ادارہ صحت نے بھی اس کی طرف توجہ دینا

شروع کردی ہے۔

ہمارا جسم پانچ عناصر سے بنا ہوا ہے اور برقی رو اس کو چلاتی یا فعال رکھتی ہے۔ ایکو پنکچر کے طریقہ علاج میں برقی رو کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں یعنی مثبت (ve+) اور منفی (ve-)۔ یہ بجلی حیاتیاتی بیٹری سے پیدا ہوتی ہے۔

پانچ بنیادی عناصر پر ہمارے جسم میں موجود بجلی غالب ہے۔ مغرب میں بھی اب اس حیاتیاتی بجلی کو Bio Electricity یا Bio Energy کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ حیاتیاتی بیٹری ہمارے جسم میں اس وقت وجود میں آجاتی ہے جب کہ ہم رحم مادر میں تخلیقی مرحلے سے گذر رہے ہوتے ہیں۔ اس بیٹری کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اسی میں سے حساس برقی رو پیدا ہوتی ہے۔ اس بیٹری میں سے سفید روشنی نکلتی ہے جو آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔ اسے مراقبے کی کچھ مشقوں کے نتیجہ میں آدمی اپنی پیشانی پر بند آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ اس بیٹری سے خارج ہونے والی برقی رو ہمارے جسم میں بہتی رہتی ہے جسے ہم حرکت کہتے ہیں۔ اس بہاؤ کی مختلف رو کو میری ڈی انس کہا جاتا ہے جو دائیں ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کی پور سے شروع ہو کر جسم کے تمام حصوں سے گزرتی ہوئی دائیں پیر کے انگوٹھے کی پور سے شروع ہو کر جسم کے تمام حصوں سے گزرتی ہوئی پیر کے انگوٹھے اور انگلیوں کی پوروں تک پہنچی ہے۔ اسی طرح بائیں ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کے پور سے چلنے والی رو جسم کے بائیں پیر کے انگوٹھے اور انگلیوں کی پوروں تک جاتی ہے۔ جب تک وہ حیاتیاتی بہاؤ جاری رہتا ہے جسم تندرست رہتا ہے لیکن بہت زیادہ کام اور محنت کی وجہ سے یہ بہاؤ جسم کے کسی حصہ تک صحیح طور پر نہیں پہنچ پاتا لہٰذا وہ حصہ صحیح طور پر اپنا فعل انجام دینے سے قاصر رہتا ہے اور وہاں درد شروع ہو جاتا ہے۔ اگر برقی رو کو وہاں تک پہنچنے کی راہ ہموار کر دی جائے تو درد یا مرض ختم ہو جاتا ہے۔ ایکو پریشر قدرتی انداز میں کام کرنے والی سائنس ہے جو ہماری مشین میں برقی رو کو باقاعدگی بخش کر ہمیں مرض سے بچاتی ہے۔

"ایکو پنکچر"، "شی آتسو" یا پوائنٹر تھراپی کے مطابق ہمارے جسم میں برقی رو کی لائنیں (میری ڈی انس) موجود ہوتی ہیں۔ ان کے پورے جسم میں کل 900 پوائنٹس موجود ہیں۔ ان پوائنٹس پر دباؤ ڈال کر یا سوئی چبھو کو مرض دور کیا جاتا ہے یا بے ہوشی کا تاثر پیدا کیا جاتا ہے۔ اتنے سارے پوائنٹ کو ذہن نشین کرنے کے لئے بہت زیادہ مطالعہ اور پریکٹس کی ضرورت ہے۔ عام آدمی ایسا

نہیں کر سکتا۔ لیکن ایکو پریشر کا طریقہ ایکو پنکچر کے مقابلہ میں سمجھنے اور عمل کرنے میں نہایت سہل اور آسان ہے۔ کوئی بھی شخص حتی کہ دس سال کا بچہ بھی اس کا مطالعہ کر سکتا ہے اور اس پر عمل بھی۔

ہمارے جسم میں جو برقی رو بہہ رہی ہے اس کا سوئچ بورڈ ہاتھ کے دونوں پنجوں اور پیر کے دونوں تلووں میں واقع ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہر سوئچ کا تعلق جسم کے کون سے عضو یا رطوبتی غدود سے ہے۔

اکثر اعضا اور رطوبتی غدود جسم کے دائیں اور بائیں حصے میں ہیں لہٰذا ان کے پوائنٹ بھی دائیں اور بائیں پنجے اور پیر کے تلووں میں واقع ہیں۔ جب کہ دل اور تلی جسم کے بائیں طرف ہیں لہٰذا انکے پوائنٹ بائیں پنجے اور بائیں تلوے میں ہیں۔ لیور، گال بلیڈر اور اپنڈکس جسم کی دائیں طرف ہیں اور اسی وجہ سے ان کے پوائنٹ دائیں پنجے یا دائیں تلوے میں ہیں۔ ناف ڈایا فرام کے نیچے واقع اعضاء کے افعال کو صحیح رکھتی ہے۔ ناف کا تصور صرف آیورویدمیں پایا جاتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس طریقہ علاج کو برصغیر میں سب سے پہلے دریافت کیا گیا تھا۔

دباؤ کا طریقہ

ایکو پنکچر میں پنجے یا پیر کے تلوے کے پوائنٹ پر دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ ایسا کرنے سے مذکورہ پوائنٹ سے تعلق رکھنے والے عضو کی طرف برقی قوت کا بہاؤ شروع ہو جاتا ہے۔ مثلاً" اگر آپ انگوٹھے میں موجود پوائنٹ نمبر۱ پر دباؤ ڈالتے ہیں تو بجلی کا کرنٹ آپ کے دماغ میں دوڑنے لگتا ہے اور دماغ زیادہ فعال ہو جاتا ہے۔

رطوبتی غدود

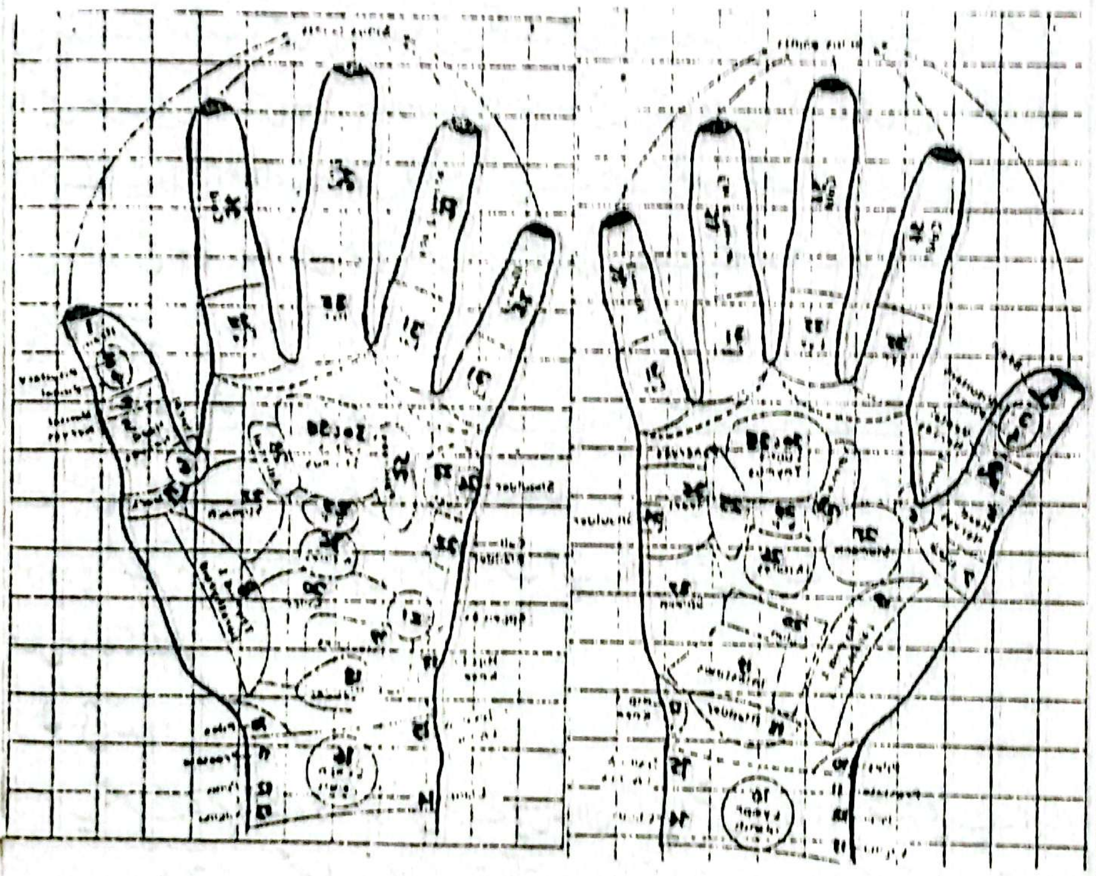
یہ جسم کے تمام اعضاء کا نظم و نسق کرتے ہیں۔ ان کے پوائنٹس پر دباؤ ڈالنا ضروری ہے۔ ایسا کرنے سے رطوبتی غدود صحیح طور پر کام کرنے لگتے ہیں۔ اگر کوئی غدود بہت زیادہ کام کر رہا ہو تو دباؤ ڈالنے سے اس کی فعالیت کم ہو جاتی ہے اس پر کنٹرول آجاتا ہے اس طرح دباؤ سے ان کی کام کرنے کی رفتار میں باقاعدگی پیدا ہو جاتی ہے۔

انگوٹھے اور پہلی انگلی یا پینسل سے پوائنٹس پر دباؤ ڈالا جا سکتا ہے۔ کسی بھی پوائنٹ پر چار سے

پانچ سیکنڈ تک دباؤ ڈالا جانا چاہیے پھر ایک سے دو سیکنڈ کے لئے ہٹا لینا چاہئے۔ اس عمل کو بار بار دہرائیں۔ اس طرح ایک سے دو منٹ تک پمپنگ سسٹم سے دباؤ ڈالیں یا دباؤ کے ساتھ مساج کریں۔

کتنا دباؤ ڈالا جائے

جب ہم کسی پوائنٹ پر دباؤ ڈالیں تو وہاں دباؤ یا وزن کا احساس ہونا چاہئے۔ بہت زیادہ دباؤ نہ ڈالا جائے۔ اگر ہاتھ نرم و گداز ہو تو کم دباؤ بھی صحیح نتائج دیتا ہے۔ رطوبتی غدود کے سوا ہر پوائنٹ پر ٹیڑھے انگوٹھے سے وزن دینے پر دباؤ محسوس ہو گا جو کافی ہو گا۔



کتنی دفعہ دباؤ ڈالا جائے

کسی بھی مرض یا عضو کی خرابی کی صورت میں ہاتھ کے پنجے کے اوپر کے پوائنٹ پر دن میں کوئی تین مرتبہ ایک سے دو منٹ تک دباؤ ڈالا جا سکتا ہے جب کہ پیر کے تلوے کے پوائنٹ پر

بیکشت پانچ منٹ تک دباؤ ڈالا جا سکتا ہے۔ جب تک کہ اس پوائنٹ کا درد ختم نہ ہو جائے مندرجہ بالا عمل جاری رکھا جائے۔

مرض کی تشخیص یا میڈیکل چیک اپ کا انوکھا طریقہ

تمام پوائنٹس پر باقاعدگی سے دس منٹ تک دباؤ ڈالنے سے صحت برقرار رہتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ مفت میڈیکل چیک اپ بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً گزشتہ کل جب آپ نے سارے پوائنٹس پر دباؤ ڈالا تھا تو اس وقت کہیں کوئی درد نہیں ہوا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مکمل طور پر تندرست تھے اور آپ کے تمام اعضاء صحیح انداز میں کام کر رہے ہیں لیکن آج جب آپ سارے پوائنٹ پر دباؤ ڈالتے ہیں تو کچھ پوائنٹس پر اندرونی درد ہوتا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ گزشتہ چوبیس گھنٹوں کے دوران آپ کے متعلقہ پوائنٹ سے تعلق رکھنے والے عضو یا غدود میں کوئی خرابی رونما ہو رہی ہے جس کی بازگشت آپ ہتھیلی یا پیر کے پنجے میں کسی خاص پوائنٹ پر محسوس کر رہے ہیں۔ جب کسی پوائنٹ میں درد محسوس ہو تو سمجھ لیں کہ متعلقہ عضو یا غدود میں کوئی گڑبڑ ہے۔ اس طرح بغیر کسی آلے کے، تجربہ گاہ کے اخراجات کے آپ بذات خود مرض کی تشخیص کر سکتے ہیں اور خود ہی اپنے ڈاکٹر بن کر اس کا علاج بھی کر سکتے ہیں۔

ابھی تک چونکہ آپ نے اس طریقہ علاج پر عمل نہیں کیا لہٰذا ممکن ہے کہ ابتداء میں دو دن تک آپ کو پوائنٹس دبانے سے کچھ محسوس نہ ہو لیکن اس عمل کو جاری رکھیں تو تیسرے دن سے اس کے اثرات واضح طور پر محسوس ہونے لگیں گے۔

کسی بھی طریقہ علاج میں مرض کا علاج کرنے سے قبل اس کی تشخیص ضروری قرار دی گئی ہے کیونکہ مرض کا سبب معلوم ہونے کے بعد ہی اس کا سدباب کیا جا سکتا ہے۔ بیرونی جانچ پڑتال کے علاوہ ڈاکٹر خون، پیشاب وغیرہ کی رپورٹیں طلب کرتا ہے علاوہ ازیں ایکسرے، کارڈیوگرام، سونوگرافی اور اسکیننگ وغیرہ پر بے انتہا اخراجات ہوتے ہیں جو اکثر مریض کی سکت سے باہر ہیں لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں ہوتا۔

آج جب کہ دنیا تیزی سے آگے کو جا رہی ہے تشخیص کی تربیت بھی مہنگی اور گراں ہوتی جا

رہی ہے۔ ایورویدا، ایکوپنکچر اور یونانی طریقہ ہائے علاج میں نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص کی جاتی ہے لیکن اس کا مکمل علم حاصل کرنے کے لئے چھ سے دس سال کی تربیت انتہائی ضروری ہے۔ ہومیو پیتھی میں بھی تشخیص کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنے میں کافی وقت لگ جاتا ہے اور انہیں اس کے لئے مریض کے ساتھ کافی وقت گزارنا پڑتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ماہر ہومیو پیتھ ڈاکٹر بہت کم مریضوں کو دیکھ سکتا ہے قدرتی طریقہ علاج یا نیچر پیتھی بھی کافی وقت لیتی ہے پھر اس کے ماہرین مرض کے اصل اور بنیادی اسباب دریافت کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ صرف جسم کی صفائی پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں تاکہ جسم کے اندر موجود محرکات بیدار ہو کر مرض سے نجات کے لئے فعال ہو سکیں۔

ایکوپریشر کے طریقہ علاج میں یہ ہے کہ جسم میں دوڑنے والی برقی رو کی دو سوئچ بورڈ دونوں ہتھیلیوں اور پیر کے تلووں میں واقع ہیں۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ جب یہ برقی رو جسم کے تمام حصوں میں اپنا کام بخوبی انجام دے رہی ہو تو اس صورت میں ان پوائنٹس پر دباؤ ڈالنے سے کسی قسم کا درد محسوس نہیں ہوا۔ ایکوپریشر ایسا طریقہ علاج ہے جو مرض کی ابتداء میں ہی روک تھام کر سکتا ہے اور کسی بھی فرد کو اس کی صحت کی حفاظت میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح صحت کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنی دونوں ہتھیلیوں یا پیروں کے تلووں میں سب جگہ پانچ پانچ منٹ تک دباؤ ڈالتے رہیں۔ دائیں ہاتھ کے درمیان میں ایک انچ کے دائرے میں دو دو منٹ تک دباؤ ڈالیں اس طرح دونوں ہتھیلیوں اور پیروں کے تلووں میں دو دو منٹ دباؤ ڈالنے میں کل دس منٹ لگیں گے لیکن اس سے جسم کے سارے ہی اعضاء فعال ہو جائیں گے جس طرح کار سروس کے بعد دوبارہ رواں ہو جاتی ہے اسی طرح جسم کے سارے اعضا کام کرنے لگیں گے اور مرض کے امکانات نہایت کم ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہتھیلیوں اور تلووں میں پانچ پانچ منٹ کے دباؤ سے امراض کی روک تھام ہو جاتی ہے اور آدمی صحت مند زندگی گزارتا ہے۔ ساتھ ساتھ پورے جسم کا چیک اپ بھی مکمل اور مفت ہو جاتا ہے۔

کام کی زیادتی یا کسی اور وجہ سے جسم کے کسی عضو کو نقصان پہنچتا ہے تو اس صورت میں ٹوکسن Toxins اس عضو کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں جس سے برقی رو وہاں تک نہیں پہنچ پاتی لہٰذا ہتھیلی یا پیر کے تلوے میں موجود متعلقہ پوائنٹ کو دبانے سے وہاں درد محسوس ہوتا ہے۔ وہ درد

غیر معمولی نوعیت کا اور ناگوار سا ہوتا ہے۔ اس طرح مریض کا ماضی جانے بغیر یا کسی بھی قسم کے ٹیسٹ کے بغیر صرف ہتھیلی اور پیروں کے تلوے دبا کر مناسب تشخیص کی جاسکتی ہے۔

طریقہ تشخیص کے لحاظ سے معالجین نے ہمارے جسم کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا ہے یعنی آگا اور پیچھا۔ آنکھ، دل، پیٹ وغیرہ اور وہ اعضاء جو آنکھ سے دیکھے جاسکتے ہیں ان سب کے پوائنٹ ہتھیلی میں سامنے کی طرف ہوتے ہیں اسی طرح ریڑھ کی ہڈی وغیرہ جو جسم کے پچھلے حصے میں ہیں ان کے پوائنٹ ہتھیلی کے پچھلے حصے میں یا پھر پیروں کے تلے کے اوپر کے حصے میں واقع ہیں۔

ناف صحیح ہے یا نہیں؟ یہ جاننے کا طریقہ

زیادہ وزن اٹھانے یا زیادہ گیس کی صورت میں ناف اوپر یا نیچے کی طرف سرکتی ہے اگر اوپر کو سرکے تو قبض کی شکایت پیدا ہوتی ہے اور اگر نیچے کو سرکے تو گیس کے دباؤ کی وجہ سے دست لگ جاتے ہیں۔ دواؤں سے یہ تکلیف دور نہیں ہوتی۔ پھر اگر یہ شکایت طویل عرصہ تک قائم رہے تو نظام ہضم بگڑ جاتا ہے اور بعض صورتوں میں آپریشن تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ بڑی آنت کے کینسر کی بڑی وجہ قبض ہے جس میں دوائیں فائدہ نہیں کرتیں۔ ایسے معاملات میں بہت ممکن ہے کہ ناف اوپر کو سرک گئی ہو لہٰذا ایسی صورت میں کسی بھی علاج سے قبل یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ آیا ناف سرکی تو نہیں۔ ناف گھڑی کے اسپرنگ کی طرح ہوتی ہے جب تک اسے اس کے صحیح مقام پر نہ لایا جائے کوئی بھی علاج کارگر نہیں ہو سکتا۔

☆ ----- صبح سویرے نہار منہ چت لیٹ کر اگر ناف پر انگلی یا انگوٹھے سے دباؤ ڈالا جائے تو ایک ہلکی سی تھرتھراہٹ یا دھڑکن سی محسوس ہوتی ہے اگر یہ محسوس ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ناف اپنی جگہ پر قائم ہے۔

☆ ----- ناف کا فعل درست ہو تو اس کے دائیں اور بائیں چھاتی کے نپل کے درمیان فاصلہ برابر ہوتا ہے۔ ایک دھاگے سے ناپ کر دیکھئے۔ اگر وہ اوپر یا نیچے کی طرف سرک گئی ہو تو اس طرح ناپنے سے فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

☆ ----- چت لیٹ کر دونوں ہاتھ اور پاؤں سیدھے کر لیں۔ دونوں پیروں کے انگوٹھے بالکل سیدھے یعنی ایک ہی لائن میں رکھیں۔ اگر دونوں انگوٹھے ایک لائن میں نہ آئیں تو اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ ناف سرکی ہوئی ہے۔

مندرجہ ذیل طریقوں میں سے کسی بھی ایک طریقہ سے ناف کو اپنے اصل مقام پر واپس لایا جا سکتا ہے۔

یہ سارے طریقے صبح کو نہار منہ یا کھانے کے تین چار گھنٹے کے بعد آزمائے جاسکتے ہیں۔

1۔ انگوٹھے سے ناف کے اردگرد دباؤ ڈال کر ناف کو مرکز میں دھکیلا جائے۔

2۔ ناف پر وزن رکھ کر اسے مرکز کی طرف سرکایا جائے۔

3۔ چت لیٹ جائیں۔ دونوں بازوں کو سیدھا رکھیں۔ پھر کسی سے کہیں کہ وہ آپ کے گھٹنوں پر دباؤ ڈالے۔ اگر ضروری محسوس ہو تو دوسرا شخص ایک ہاتھ سے دونوں پیروں کے انگوٹھے پکڑ کر رکھے اور جو انگوٹھا نیچے کی طرف مائل ہو اسے کھینچنے کی کوشش کرے۔ اگر دونوں انگوٹھے ایک ہی لائن میں نہ آئیں تو اس عمل کو پھر سے دہرائیں۔ زمین پر چت لیٹ جائیں۔ سانس باہر نکال دیں۔ اب دوبارہ سانس لینے سے قبل پیٹ کو پھلائیں اور اسی حالت میں جہاں تک برداشت کر سکیں، رہیں۔ اس عمل کو بار بار دہرائیں حتی کہ ناف اپنی جگہ واپس آجائے۔

ایک مریض کو ڈاکٹر نے ہرنیا تشخیص کیا اور اسے آپریشن کا مشورہ دیا لیکن جب اس کی سرکی ہوئی ناف صحیح جگہ پر لائی گئی تو صرف دو دن میں اسکی شکایت رفع ہو گئی۔

امراض نسواں کی ایک ماہر خاتون ڈاکٹر کو سالہا سال سے پیڑو میں درد کی شکایت رہتی تھی۔ جب ان کی ناف صحیح مقام پر لائی گئی تو وہ فورا" ٹھیک ہو گئیں۔

ایک لڑکی کو پیٹ میں کچھ اس طرح کا درد تھا کہ کچھ کھاتے ہی فورا" قے ہو جاتی۔ اسے شہر کے مشہور ہسپتال میں 21 دن تک رکھا گیا لیکن مرض کی تشخیص نہ ہو سکی۔ درد کی شدت سے وہ پلنگ پر پڑی تڑپتی رہتی۔ معائنہ کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کی ناف سرکی ہوئی ہے۔ جب اسے ٹھیک کیا گیا تو قے فورا" بند ہو گئی۔ اسے ایک ہفتہ تک ہری سبزیوں اور پھلوں کے جوس پر رکھا گیا۔ اس کی ساری تکلیف دور ہو گئی۔

ایک مریض کو عرصہ سے خونی بواسیر کی شکایت تھی۔ اسے اپریشن کا مشورہ دیا گیا۔ اس نے اپریشن سے صرف تین دون قبل ایکوپریشر کے ماہر سے مشورا کیا اس نے اس کی ناف ٹھیک کی اور اس کے بعد اس کی طبیعت میں تیزی سے اصلاح ہوتی چلی گی اور وہ بغیر اپریشن کے ہی ٹھیک ہو گیا۔

قوت ہاضمہ کی بہتری کے لئے چالیس پینتالیس سال کی عمر کے بعد معدہ کا فعل سست ہونے لگتا ہے اور قوت ہاضمہ کمزور ہونے لگتی ہے۔ اس عمر میں خوراک میں ادرک، آملہ اور لیموں کا استعمال زیادہ کرنا چاہئے۔ ایکو پریشر کے طور پر اس طریقے سے لکڑی کے رول یا بیلن پر روزانہ پانچ منٹ تک باری باری ایک ایک پیر یا دونوں پیروں پر ایک ساتھ وزن دے کر رگڑنا چاہیے یہ عمل کرسی پر تن کر بیٹھے ہوئے کرنا چاہئے۔ ایسا کرنے سے قوت ہاضمہ بڑھتی ہے اور پھیپھڑوں اور گردوں کے کام کرنے سے قوت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

جلاب! پیٹ صاف کرنے کے لئے جلاب کی کوئی دوائی لینے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بدلے باتھ روم میں جاتے وقت ٹھوڑی کے بیچ کے حصے میں تین سے چھ منٹ تک دباؤ ڈالیں یا مساج کریں۔ اس سے اجابت کھل کر آئے گی اور قبض کی شکایت جاتی رہے گی۔ یوں دیگر کئی امراض سے بھی نجات ملے گی۔

ایام کی تکلیف! خواتین کو بعض اوقات ایام کی شکایات رہتی ہیں۔ اس ضمن میں پوائنٹ 11 سے 15 کے علاوہ رطوبتی غدود پر علاج کرنے سے معجزانہ نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ یہ علاج دونوں کلائیوں کی دونوں طرف واقع پوائنٹس کو دبا کر یا ان پر مساج کی صورت میں کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کی تکالیف کی صورت میں دونوں پیر کے انگوٹھوں میں اندر کے حصے کے قریب تین سے پانچ منٹ کے لئے ربڑ بینڈ باندھیں اگر ضرورت محسوس ہو تو 15 سے 20 منٹ کے بعد تین سے پانچ منٹ کے لئے دوبارہ ربڑ بینڈ باندھیں۔

لیکوریا! اس کے لئے کلائی پر موجود پوائنٹس 11 سے 15 پر دبانے والا علاج کامیاب ثابت ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ خون کی کمی میں تجویز کردہ دوائیں استعمال کریں۔

بال گرنا یا قبل از وقت سفید ہونا

اس کا علاج یہ ہے کہ ہاتھوں کی آٹھ انگلیوں کے ناخن روزانہ صبح کو اور شام کو ایک دوسرے کے ساتھ 10 سے 15 منٹ تک رگڑیں اور بہتر نتائج کے لئے صبح اٹھ کر پانچ منٹ اور رات کو سونے سے قبل پانچ منٹ تک ناخنوں کو رگڑیں۔ اس کے علاوہ ہاتھ اور کلائی کے پوائنٹ 8 اور 11 سے 15 پر علاج کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ پت کی زیادتی کا علاج بھی کریں۔

چہرے پر کیل مہاسے کو دور کرنا

یہ تکلیف اکثر اوقات خواتین میں ماہواری کے ایام میں کمی یا بیشی سے یا جسم میں زیادہ حدت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کا علاج پوائنٹ نمبر 11 سے 115 استعمال کریں۔ جسم کی حدت کم کی جاتی ہے۔

سدا جوان رہنے کا طریقہ

ہر عورت اور مرد کے لئے یہ طریقہ انتہائی مفید ہے۔ موت تو بے شک اٹل ہے لیکن پھر بھی ہر کوئی یہ ضرور چاہے گا کہ زندگی کی آخری سانس تک وہ صحت مند اور فعال رہے۔

توانائی اور حیاتیاتی قوت کا چشمہ دائیں سے نکلتا ہے اور اسے کنٹرول کرنے والا پوائنٹ دائیں ہاتھ میں کہنی اور پہنچے کے درمیان ایک انچ کے دائرے میں ہوتا ہے۔ اس دائرے پر روزانہ صرف دو منٹ دباؤ ڈالنے سے حیاتی قوت کا بے جا ضیاع روکا جا سکتا ہے۔ ایکو پریشر کے دباؤ کی طرح یہ دباؤ بھی باری باری رک رک کر دینا ہوتا ہے۔ اس عمل سے جوانی کی طویل عرصہ تک حفاظت کی جا سکتی ہے اور بڑھاپے کو اور بڑھاپے کی وجہ سے پیدا ہونے والے عارضوں سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ یہ عمل 40 سال کی عمر کے بعد کرنا زیادہ ضروری ہے۔ 45 سے 40 سال کی عمر کے بعد ہر مرد و عورت کو یہ طریقہ علاج اپنانا چاہئے۔ سدا جوان رہنے کے لئے ایکو پریشر کا طریقہ یہ ہے' بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے دائیں ہاتھ ہتھیلی اور کہنی کے درمیانی حصہ پر دباؤ ڈالیں۔

ضعیفوں کو بھی اس طریقہ علاج سے فائدہ محسوس ہوگا۔ حیاتیاتی قوت میں اضافہ محسوس ہوگا اور تھکن کا احساس کم ہوگا۔

انیمیا (خون کی کمی)

ہاتھ کے پوائنٹ نمبر 37 پر دن میں دباؤ ڈالیں۔ علاوہ ازیں تازہ پھلوں کا رس پئیں۔

الرجی! دائیں ہاتھ پر پوائنٹ 21 پر روزانہ دو منٹ تک پریشر دیں اور کیلشیم کا استعمال کریں۔

آنکھوں کی شکایات

آنکھ سے پانی آنا' آنکھ سرخ ہونا' آنکھ میں درد ہونا وغیرہ آنکھوں کی کسی بھی شکایت میں ہاتھ کی درمیانی انگلی کے نچلے ڈنٹھل پر واقع پوائنٹ 35 پر دباؤ ڈالیں۔

سر کا درد

سر درد عام طور پر سردی اور موسم کی تبدیلی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس کے لئے پوائنٹ ایک سے 7 اور 34 پر دباؤ ڈالیں پوائنٹ 7 انگوٹھے کے آخری ڈنٹھل پر ہوتا ہے جب کہ 34 درمیانی انگلی کے اوپری ڈنٹھل پر۔

پیروں کا درد

پاپڑ بیلنے کے بیلن پر پیروں کو دو سے پانچ منٹ تک رگڑیں۔ انشاء اللہ پیروں کا درد ٹھیک ہو جائے گا۔

ھارٹ اٹیک

دل تا حیات کام کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ جب بھی سینے میں درد ہو تو اپنے بائیں ہاتھ واقع پوائنٹ نمبر 36 پر وزن ڈال کر دیکھ لیں اگر درد نہ ہو تو سمجھ لیں کہ یہ درد کسی اور وجہ سے ہے اور دل پر حملہ نہیں لہٰذا مندرجہ ذیل علاج کریں۔

ناف! صحیح ہے یا نہیں یہ دیکھ لیں۔ اگر صحیح نہ ہو تو پچھلی سطور میں ہدایات کے مطابق سے ٹھیک کریں تاکہ گیس کی شکایت کا سبب ختم ہو۔

اگر پوائنٹ 36 پر درد محسوس ہو تو سمجھ لیں کہ ہارٹ اٹیک ہے لہٰذا فوراً بستر پر دراز ہو جائیں اور 72 گھنٹوں تک مکمل آرام کریں۔ ہارٹ اٹیک میں ڈاکٹری علاج کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل علاج کریں۔

1۔ دن میں دو دفعہ پوائنٹ 1 سے 15 اور 36 پر علاج کریں۔

2۔ دونوں ہتھیلیوں پر دن میں دو دفعہ پانچ پانچ منٹ علاج کریں۔

3۔ معالج کے مشورے سے غذا میں پھلوں کا جوس دیں۔ انار مل جائے تو بہت ہی اچھا رہے گا۔ اس سے کولیسٹرول کم ہوتا ہے۔

ذیابیطس (شوگر)

تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ اگر لیمف غدود کا فعل درست نہ ہو تو گلوکوز مکمل طور پر خون میں جذب ہو کر دماغ کے خلیات میں nal Fuid Cerbro Spi نہیں پہنچتا جس سے خون میں شکر کی

مقدار بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح کی ذیابیطس میں لمف غدود کو پوائنٹ 16 پر دبانے سے درد محسوس ہوتا ہے اور لبلبہ کم کام کرتا ہوا محسوس نہیں ہوتا۔ اس ذیابیطس کو قابو میں رکھنے کے لئے پوائنٹ 25 اور 16 پر دباؤ ڈالیں۔

ھائی بلڈ پریشر

اگر خون کا دباؤ اونچا ہوتا ہوا محسوس ہو تو فوراً چھوٹی انگلیاں دونوں کانوں میں ٹھونس لیں اور زور زور سے ہلائیں گویا پمپنگ کر رہے ہوں۔ دو سے تین منٹ تک دباؤ ڈالیں۔ ایسا کرنے سے خون کا دباؤ فوراً کم ہو گا۔ اس کے علاوہ پوائنٹ 3، 4، 8، 11 سے 15، 25 اور 28 پر دباؤ ڈالیں۔

1۔ غذا میں نمک اور مصالحہ جات بند کریں۔ اس کی جگہ پہاڑی نمک یا کالا نمک استعمال کریں۔

2۔ روزانہ دو سے تین کپ پھلوں کا تازہ رس ایک بڑا چمچہ شہد کا ڈال کر پئیں۔

3۔ ذہنی تناؤ دور کرنے کی راہ اختیار کریں۔ ذہنی یکسوئی کی مشقوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اس علاج سے کئی لوگوں کو فائدہ ہوا ہے۔

دمہ / استھما / سانس پھولنا / گھبراہٹ وغیرہ

یہ ایسا مرض ہے جس میں مستقل افاقہ ممکن ہے۔ مندرجہ ذیل علاج اس ضمن میں کافی مفید معلوم ہوا ہے۔ پوائنٹ ایک سے 30،7 اور 34 اور ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کی پوروں پر دو دو منٹ علاج کریں۔ پھیپھڑوں اور پیٹھ میں آسمانی روشنی دن میں دو دفعہ پانچ سے دس منٹ تک لیں۔

جوڑوں کا درد

مندرجہ ذیل علاج کرنے سے اس مرض سے مستقل طور پر نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

1۔ دونوں ہاتھ کے پنجوں پر پانچ پانچ منٹ علاج کریں۔

2۔ لکڑی کے بیلن یا اور کسی رولر پر روزانہ دونوں پیر پانچ پانچ منٹ رگڑیں۔

3۔ کپڑے دھونے کا نائلون کا برش لے کر پیر کے تلوؤں میں صبح و شام پانچ پانچ منٹ رگڑیں اور تلوے گرم ہو جانے تک یہ عمل جاری رکھیں۔

بواسیر قبض جاری رہے تو بواسیر ہو جاتی ہے۔ بہت تکلیف ہوتی ہے اور بعض دفعہ خون

بھی آتا ہے اس مرض میں مبتلا شخص کے پوائنٹ 10 پر دبانے سے درد ہو گا۔ اس مرض کے علاج کے لئے دونوں ہتھیلیوں میں پوائنٹ نمبر10 پر دو دو منٹ کے لئے دن میں تین بار علاج کریں۔ علاوہ ازیں قبض دور کرنے کے لئے بھی مندرجہ بالا علاج کریں۔

غذا میں مائع اور پتوں والی بھاجی اور سبزیاں زیادہ لیں۔ مسوں پر ناریل کے تیل کی مالش کریں۔

موٹاپا۔ (چربی) چربی میں اضافہ کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ تھائرائڈ غدود صحیح کام نہ کرتے ہوں۔

2۔ جنسی غدود خصوصاً عورتوں کے صحیح کام نہ کرتے ہوں۔

3۔ ضرورت سے زیادہ کھانے کی عادت ہو اور صحیح طور پر چبائے بغیر کھانے کی عادت ہو تو جسم کو زیادہ کیلوریز ملتی ہیں اور اس سے وزن اور چربی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

پہلی وجہ تو پوائنٹ نمبر8 پر علاج کرنے سے دور ہو جائے گی۔ دوسری وجہ پوائنٹ نمبر11 سے 15 پر علاج کرنے دور ہو جائے گی۔ تیسری وجہ یعنی مریض کو جلدی جلدی اور کم چبا کر کھانے کی عادت ہو تو قوت ارادی کمزور ہو تو ورزش کرنے اور کم کھانے کی خواہش کے باوجود وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ لہٰذا پہلے تو برابر چبانے کی عادت ڈالیں۔

کینسر کی تلاش

جس عضو پر کینسر کا خدشہ ہو اس کے متعلقہ پوائنٹ کو دبائیں تو درد محسوس ہو گا مثلاً اگر بڑی آنت کا کینسر ہو تو متعلقہ پوائنٹ 20 دبانے سے درد ہو گا۔

اسی طرح جسم کے کسی بھی حصہ میں کینسر ہو تو مندرجہ ذیل پوائنٹ پر ہونے والے درد سے اس کا پتہ چل جاتا ہے۔ گلا' منہ اور دانت پوائنٹ نمبر6۔ غذا کی نالی' پوائنٹ نمبر6 اور 7 کا درمیانی پوائنٹ۔ ہاضمہ / پیٹ' پوائنٹ نمبر27۔ چھوٹی آنت' پوائنٹ نمبر19' بڑی آنت۔ پوائنٹ نمبر19 20 لیور / گال بلیڈر' پوائنٹ نمبر22 اور 23 پھیپھڑے۔ پوائنٹ نمبر30' دماغ۔ پوائنٹ نمبر1 سے 5 دماغ کا ٹیومر' خون۔ پوائنٹ نمبر37 ہڈیاں۔ پوائنٹ نمبر9 اور 37 پوائنٹ کی تشخیص کے بعد متعلقہ پوائنٹ پر روزانہ دو منٹ تک دباؤ دیں۔ انشاء اللہ چند ماہ میں اس موذی مرض سے نجات مل جائے گی۔

روح کی قدرت

(امام ابو حامد محمد الغزالیؒ)

یہ بات واضح ہو چکی کہ آدمی کی اصل دل یا روح ہے اور اسے معرفت کی وجہ سے بزرگی حاصل ہے۔ اب معلوم ہونا چاہئے کہ بوجہ قدرت بھی اسے عظمت حاصل ہے یہ فرشتوں کی خاصیت ہے اور حیوانوں کو یہ بزرگی حاصل نہیں۔ جہاں تک دل یا روح کی قدرت کا تعلق ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جس طرح عالم اجسام فرشتوں کا مسخر ہے کہ فرشتے جب مناسب سمجھتے اور مخلوق کو ضرورت مند دیکھتے ہیں تو اللہ کے حکم سے مینہ برساتے ہیں' موسم بہار میں ہوائیں چلاتے ہیں' بچہ دانی میں بچے کی صورت بناتے ہیں اور زمین میں روئیدگی کا نظام قائم کرتے ہیں۔ گویا ہر ہر کام پر فرشتوں کی ایک جماعت متعین ہے جو اس نظام کو چلاتی ہے۔ اسی طرح آدمی کا دل بھی فرشتوں کی جنس سے ہے اور اس کو بھی اللہ نے یہ قدرت دی ہے کہ بعض اجسام اس کے تابع ہیں۔ ہر ایک کا بدن خاص جہان ہے اور یہ دل کا تابع ہے۔ اس واسطے کہ یہ بدیہی حقیقت ہے کہ نہ تو دل انگلی میں ہے اور نہ علم و ارادہ انگلی میں ہے مگر جب دل حکم دیتا ہے تو انگلی حرکت کرنے لگتی ہے اور جب دل غصہ میں ہوتا ہے تو تمام جسم پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے اور جب دل میں جنسیت کا خیال پیدا ہوتا ہے تو اس کا اثر متعلقہ اعضاء پر پڑتا ہے اور جب دل میں کھانے کا خیال پیدا ہوتا ہے تو زبان کے نیچے کی قوت خدمت کے لئے اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دل پورے بدن میں متصرف ہے اور بدن دل کے تابع ہے۔ لیکن یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ بعض دل جو زیادہ باعظمت ہیں اور فرشتوں کے زیادہ قریب ہیں بدن کے علاوہ اور اجسام بھی ان کے تابع ہو سکتے ہیں بلکہ ہوتے ہیں۔ مثلاً" اس دل کی ہیبت اگر شیر پر پڑے تو وہ عاجز اور مطیع ہو جائے۔ اگر بیمار کے معاملہ میں وہ دل ہمت دکھائے تو بیمار اچھا ہو جائے اور اگر تندرست کی طرف ہمت کرے تو وہ بیمار پڑ سکتا ہے۔ اگر چاہے کہ فلاں شخص ہمارے پاس آئے تو اس کا دل بھی ایسا ہی چاہے گا اگر اس امر پر ہمت باندھے کہ بارش برسنے لگے تو ایسا بھی ممکن ہے۔ یہ سب عقلی طور پر ممکن اور تجربہ سے ثابت ہے۔ نظر لگنا اور جادو بھی اسی قبیل سے ہیں۔ تمام چیزوں میں آدمی کے نفس کو دخل ہے۔

مثلاً" حاسد نفس اگر کسی چارپایہ کو دیکھ کر از راہ حسد اس کے ہلاک ہونے کا خیال کرے تو اس کا ہلاک ہو جانا ممکن ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

العین تدخل الرجل القبر والجمل القدر

"یعنی نظر بد آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو ہنڈیا میں ڈال دیتی ہے"

دل کو جو قدرتیں حاصل ہیں ان میں سے ایک عجیب قدرت ہے۔ ایسی خاصیت اگر کسی نبی سے ظاہر ہو تو وہ معجزہ ہے' ولی سے ظاہر ہو تو وہ کرامت ہے' اس قسم کی خاصیت یعنی روحانی طاقت والا آدمی اگر نیک کاموں میں مشغول رہتا ہے تو اسے ولی (یا ولی الرحمن) کہتے ہیں اور اگر برے کاموں میں رہتا ہے تو وہ جادوگر (یا ولی الشیطن) ہے۔ سحر ہو یا کرامات و معجزات سب کا تعلق آدمی کے دل کی قدرت سے ہے۔ ان میں جو فرق ہے اس کی یہاں گنجائش نہیں۔

اب تک جو کچھ بیان کیا گیا اسے جو نہ سمجھے گا وہ حقیقت نبوت کو نہیں پہچان سکتا۔ اس واسطے کہ نبوت اور ولایت آدمی کے دل کے بڑے درجات میں سے ایک درجہ ہے اور اس درجہ سے تین خاصیتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جن حالات سے علوم کو خواب میں واسطہ پڑتا ہے وہ حالات اس درجہ والے کو جاگتے میں معلوم ہو جاتے ہیں۔ دوسری یہ کہ عوام کے نفوس فقط ان کے اپنے بدن میں اثر کرتے ہیں مگر اس درجہ والے آدمی کا نفس بدن سے باہر کی چیزوں میں بھی اثر کرتا ہے لیکن اس انداز سے کہ اس میں بناؤ بگاڑ نہ ہو۔ تیسری یہ کہ جو چیزیں عوام کو سیکھنا پڑتی ہیں اس درجہ والے کو بغیر سیکھے دل کے ذریعے معلوم ہو جاتی ہیں۔ چونکہ یہ بات ممکن ہے کہ جو شخص تیز عقل اور صاف دل والا ہوتا ہے بغیر سیکھے بعض عوام اس کے دل میں آ جاتے ہیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ جو شخص بہت ہی تیز عقل اور بہت ہی صاف دل والا ہو وہ بہت سے علوم یا سارے علوم خود بخود جان لے اور ایسے علم کو علم لدنی کہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا۔

وعلمناہ من لدنا علماO (الکھف)

جس شخص کو یہ تینوں خاصیتیں حاصل ہوں وہ انبیاء علیھم السلام یا اولیائے کبار میں سے ہوا ہے اور جسے ان میں سے ایک خاصیت حاصل ہے اس کو بھی یہ درجہ حاصل ہے اور ہر ایک میں بھی بہرحال فرق ہے۔ اس لئے کہ کسی کو تھوڑا کمال حاصل ہوتا ہے تو کسی کو زیادہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ باکمال تھے کہ آپ کو تینوں خاصیتیں بکمال و تمام حاصل تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ

نے چاہا کہ مخلوق کو آپ کی نبوت کا حال بتلایا جائے تا کہ لوگ آپ کی پیروی کریں اور سعادت کی راہ سیکھیں تو ان تینوں خاصیتوں میں سے ہر ایک کا شائبہ ان کو عنایت کیا۔ پہلی سے تو خواب دکھایا، دوسری سے مخلوق کی سمجھ درست کر دی اور تیسری سے علوم میں ان کے دلوں کو راست کر دیا۔ اور یہ ممکن نہیں کہ آدمی ایسی چیز پر ایمان لائے جس کی جنس اس کے دل میں موجود نہ ہو۔ اس لئے کہ جس چیز کا شائبہ آدمی میں نہ ہو گا اس چیز کی صورت اس کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقت الہیہ کو کما حق کوئی نہیں پہچان سکتا۔ بس اللہ تعالیٰ خود ہی جانتا ہے اور اس کی تحقیق ہم نے "معانی اسماء اللہ" میں تفصیل سے پیش کی ہے۔ غرض تو یہ ہے کہ ہم اس امر کو جائز سمجھتے ہیں کہ اولیاء و انبیاء کے واسطے ان تینوں خاصیتوں کے سوا اور بھی خاصیتیں ہوں جن کا ہم میں شائبہ نہیں اس وجہ سے ہم انہیں نہ جانتے ہوں۔ جس طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے سوا پوری طرح کوئی نہیں جانتا اسی طرح ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول کو بھی کما حقہ کوئی نہیں جان سکتا۔ وہ یا تو اپنے آپ کو خود جانتا ہے یا جو اس سے مرتبہ میں زیادہ ہو۔ تو معلوم ہوا کہ آدمیوں میں نبی کی قدر و منزلت نبی ہی جانتا ہے اور ہمیں اس سے زیادہ معلوم نہیں۔ اس واسطے کہ لوگ اگر ہم سے ذکر کرتے کہ ایک شخص گر پڑتا ہے اور بے حس و حرکت پڑا رہتا ہے۔ نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے نہ یہ جانتا ہے کہ کل کیا ہو گا اور جب دوبارہ دیکھنے سننے والا ہوتا ہے یعنی نیند سے بیدار ہوتا ہے تو اس کیفیت کا حال بھی نہیں جان سکتا۔ اگر ہم خود نیند سے محظوظ ہوتے اور سو جانے کا ہمیں تجربہ نہ ہوتا تو ہم لوگوں کا یہ کہنا کبھی نہ مانتے۔ اس واسطے کہ یہ آدمی کی فطرت ہے کہ جو اس نے نہ دیکھا ہو اس کا اعتبار نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "جب حقیقت ان کے احاطہ علم میں نہ آ سکی اور وہ اسے سمجھ نہ پائے تو اسے جھٹلا دیا" (یونس)

اس لئے تمہیں اس بات پر تعجب نہ کرنا چاہیے کہ انبیا و اولیاء میں ایسی کوئی صفت ہو اور کسی کو اس کی کچھ خبر نہ ہو اور انہیں اس صفت کے سبب عمدہ لذتیں حاصل ہوں۔ اس واسطے کہ یہ مشاہدہ ہے کہ جس کسی کو شعر کا ذوق نہ ہو وہ راگ سے بھی لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی اس بے ذوق کو شعر کا معنی سمجھانا چاہے تو ایسا ممکن نہ ہو گا کیونکہ اسے شعر کی خبر ہی نہیں۔ اسی طرح ایک اندھا رنگ اور دیدار کی لذت کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تعجب نہ کرنا چاہئے کہ درجہ نبوت کے بعض ادراک پیدا کرے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

(مرسلہ۔ شیخ محمد اسلم)

زندگی اور موت کا سوال

- جب ہمارا دین مکمل، ہمارا نبی ﷺ برحق اور ہمارا قرآن اللہ تعالےٰ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملت اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے؟
- جب اللہ تعالےٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو تمہیں غالب رہو گے اور یہ بھی کہ اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ تو پھر ہم اسقدر مغلوب بے بس اور رسوا کیوں ہیں؟
- مسلمان نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں اور حج بھی پہلے سے زیادہ کرتے ہیں۔ بزرگوں کے مزاروں پر عرس بھی خوب شاندار طریقہ سے مناتے ہیں۔ ماہ محرم میں بھی کیا جوش و خروش ہوتا ہے۔ مالدار بھی بہت ہیں اور لاکھوں لوگ کوٹھیوں، کاروں اور کارخانوں کے مالک ہیں تو پھر یہ مردنی کیوں ہے اور یہ تنزل کیوں ہو رہا ہے؟
- ہر طاقتور ملک کی نظریں ہمارے ملکوں پر کیوں لگی ہیں اور ہر طرف خون مسلم اسقدر بے دردی اور ارزانی کے ساتھ کیوں بہایا جا رہا ہے؟
- نکبت وادبار کی موجودہ حالت سے نکلنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور کونسے لائحہ عمل پر چل کر ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں؟

دنیائے اسلام کیلئے وقت کے اس اہم ترین سوال کا تفصیلی جواب معلوم کرنے کیلئے

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحؒ

کی مندرجہ ذیل تصانیف ضرور پڑھیں

تعمیر ملت (اردو، انگلش)	چراغ راہ	حقیقت وحدت الوجود
مجلد 260 صفحات قیمت -/100 روپے	پلاسٹک کور 300 صفحات قیمت -/100 روپے	پلاسٹک کور قیمت -/25 روپے

ملنے کا پتہ

- ادارہ اسلامیات 190 نئی انار کلی لاہور
- مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
- دیوا اکیڈمی پلاٹ نمبر 9، S.T بلاک نمبر 3 گلشن اقبال کراچی

براہ راست ہم سے بذریعہ وی پی پی منگوائیں تو ڈاک خرچ ہمارے ذمہ ہوگا۔

- مرکز تعمیر ملت سلسلہ عالیہ توحیدیہ پوسٹ بکس نمبر 600 گوجرانوالہ

FALAH-E-ADMIAT

Registred

CPL No. 491

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللہ

محبّت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پروازِ مسلسل